E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A.

Paper : **Tareekh-e-Hind (Ahd-e-Ateeq-1526)**

Module Name/Title : **Introduction to History**

DEVELOPMENT TEAM	
CONTENT	DDE SLM/ Dr. Khalid P.
PRESENTATION	Dr. Khalid P.
PRODUCER	M.A.Muneer

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India
//imcmanuu

اکائی 1 تاریخ کیا ہے؟ تعریف اور وسعت

ساخت

1.0 مقاصد

1.1 تمہید

1.2 تاریخ کا مفہوم

1.3 تاریخ کا روایتی تصور

1.4 تاریخ کے تعلق سے چینیوں کا نقطہ نظر

1.5 تاریخ کے تعلق سے قدیم ہندوستانی تصور

1.6 مسلم تاریخ نگاری کا اثر

1.7 تاریخ کے تعلق سے قدیم، یونانی، رومی اور عیسائی تصورات

1.8 سولھویں صدی سے بیسویں صدی تک تاریخ نویسی کی نشوونما

1.9 تاریخ کی وسعت

1.10 تاریخ کا فلسفہ

1.11 تاریخ میں طریقہ کار

1.12 تاریخ کے نظریات۔ تصوراتی مکتب فکر

1.13 تاریخ کا مثبت تصور

1.14 تاریخی وضاحت کی نوعیت

1.15 تاریخ میں معروضیت اور موضوعاتی پہلو

1.16 خلاصہ

1.17 اپنی معلومات کی جانچ : نمونہ جوابات

1.18 نمونہ امتحانی سوالات

1.19 سفارش کردہ کتابیں

1.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کرلینے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

1 تاریخ کے مفہوم کو سمجھا سکیں گے۔

2 تاریخ کے مختلف تصورات اور نظریات کو بیان کرسکیں گے۔
3 تاریخ کی وسعت کی جان کاری حاصل کرسکیں گے۔
4 تاریخ میں معروضیت (Objectivity) اور موضوعاتی پہلو کیا ہوتا ہے۔اس کی وضاحت کرسکیں گے۔

11 تمہید

اس اکائی میں تاریخ کے مفہوم اور وسعت کی وضاحت کے علاوہ تاریخ کے مختلف تصورات' سولھویں اور بیسویں صدی کے درمیان کس طرح تاریخ نویسی کی ترقی ہوئی بیان کیا جائے گا۔

1.2 تاریخ کا مفہوم

تاریخ کے نصاب کو شروع کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ اس اکائی کے ذریعہ ہم تاریخ کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ہمارا مقصد نہ صرف لفظ تاریخ کے مفہوم کی تشریح کرنا ہے بلکہ تاریخ کے شعبہ کی شروعات کو دریافت کرنا بھی ہے۔

ہم درس گاہوں میں ایک مضمون کی حیثیت سے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ شعبہ تعلیم کی حیثیت سے تاریخ کی عمر صرف دوسو سال ہے۔اس کے علاوہ آج ہم جس کو تاریخ کی حیثیت سے پڑھتے ہیں اس کی تدوین مغربی دانشورانہ روایت کے مطابق کی گئی ہے' جسے افروایشیائی ممالک کے جدید عالموں نے اپنایا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دور سے پہلے، انسانی معاشرہ تاریخ سے ناواقف تھا۔ بلکہ وہ اسے مختلف طریقوں سے سمجھ رہا تھا۔اس لیے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ دنیا کے مختلف سماجوں کا تاریخ کے تعلق سے کیا تصور تھا۔ یہاں ہم ما قابل جدید دور پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے کیونکہ اس سے ہمیں اس پس منظر کا پتہ چلے گا جس کی روشنی میں ہم حالیہ تاریخ کی تعریف کو سمجھ سکیں گے۔ یہ ہمیں وسیع تر افق فراہم کرے گا جس کی مدد سے ہم تاریخ کے مفہوم اور وسعت کا احاطہ کرسکیں گے۔

1.3 تاریخ کا روایتی تصور

لغت میں ''تاریخ'' کے معنی ''ماضی کے واقعات کا بیان ہے۔قدیم قبائیل اپنے ماضی کی روایتوں اور اپنے سرداروں کی بہادری و شجاعت کے کارناموں وغیرہ کا ریکارڈ رکھتے تھے۔قدیم زمانے سے ساری دنیا میں تاریخ کا احساس قبائیلی طرز زندگی کا ایک حصہ رہا ہے۔ یہ احساس بنیادی طور پر زندگی کے تسلسل کے اعتقاد کی دین تھا۔اس لیے وہ لوگ اپنے آباواجداد کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ وہ روایتیں جو خاندان' قبیلہ اور دیہات کے اطراف مرکوز رہیں' آخر میں کمیونٹی کے تصور تاریخ کا مرکز بنیں۔ درحقیقت ان روایتوں کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا تھا۔ اسی احساس نے بہت سے قبائیلی گروہوں خاص طور پر افریقہ اور ایشیاء کے قبائیل میں تاریخ کا شعور بیدار کیا۔ روایتوں کی

تشکیل اور منتقل کرنے کا عمل ہر مقام پر الگ الگ تھا۔ لیکن تمام مقامات میں ایک بات مشترک تھی۔ وہ یہ کہ ان لوگوں نے کمیونٹی کے انفرادی نقطہ نظر کے لحاظ سے کائنات کی وضاحتیں پیش کیں۔ جدید یورپی نقطہ نظر سے ان وضاحتوں کو "تاریخی" تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سب سے عام طریقہ روایتوں کو کہانیوں، داستانوں اور بزرگوں کے اقوال وغیرہ میں ڈھالنا اور انہیں دوسروں تک زبانی طور پر منتقل کرنا تھا۔ اس طرح ان واقعات کے بیان میں درست تاریخ اور واقعات کے اسباب کی تفصیلات پر بہت کم توجہ دی گئی۔

جدید مورخین ان کمیونٹیوں کی تاریخ کو سماج کی عام ادبی فلسفیانہ امنگوں کا ایک حصہ خیال کرتے ہیں۔ پھر بھی ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے تاریخ کا احساس پیدا کردیا اور اسے واقعات کی ترجمانی میں شامل کیا اور وہ احساس بجا طور پر ایک مخصوص کمیونٹی کے کائنات کے تصور اور اس کے مذہبی جذبات سے معمور تھا۔ آج بین العلمی Interdisciplinary مطالعہ میں نئے رجحانات کے پیدا ہونے سے تاریخی تحقیق کے ایک حصہ کی حیثیت سے ان زبانی روایتوں کو پرکھنے میں دلچسپی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ وہ زبانی روایتیں قبائلی سماجوں کے تاریخی شعور کی عکاسی کرتی ہیں اور انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا

1.4 تاریخ کے تعلق سے چینیوں کا نقطہ نظر

چین اور ہندوستان کی طرح قدیم مہذب سماج میں فروغ پانے والا تاریخ کا تصور بھی مغربی یا جدید تاریخ کے تصور سے مختلف تھا۔ درحقیقت، چین اس کرہ ارض پر تسلسل کے ساتھ قدیم تاریخی روایتوں کے حامل ہونے کا دعوی کرسکتا ہے۔ قدیم چینی دستاویزیں چاؤ (Chou) سلطنت کے ابتدائی ایام تک پہنچی ہیں، یعنی دوسری قبل مسیح تک۔ ان شروعات کے ساتھ تاریخ کا تصور ان کے اپنے طریقوں سے اٹھارہویں صدی تک فروغ پاتا رہا۔ بعد میں اس پر مغربی اثرات مرتب ہونے لگے۔ چینی اصطلاح (Shih) کے معنی تاریخ کے سمجھے جاتے ہیں لازمی طور پر اس سے مراد ماضی کے واقعات کو محفوظ کرنا ہے۔ چینی نسل پرست ہونے کی وجہ سے بنیادی طور پر "درمیانی سلطنت" سے سروکار رکھتے تھے جو ان کی تہذیب کا مرکز تھا۔ ان کے تاریخ کے تصور کا ایک مرکزی عنصر یہ تھا کہ ایک مثالی ریاست کے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا حالات خراب ہوتے چلے گئے۔ وہ سیاسی تاریخ کی گردش کے تصور پر ایقان رکھتے تھے جو دوسرے قدرتی اور انسانی عناصر کی طرح ایک کل میں باہم مربوط تھے۔ یہ سمجھا گیا کہ تہذیب کے تمام دائروں میں گردش کرنے والے مرحلے سیاسی تبدیلی سے وابستہ ہیں۔ گردشی تبدیلی میں سیاسی تبدیلی کو ایک بھرپور طاقت سمجھا گیا۔ اسی سبب سے تمام پیش آنے والے واقعات کی تاریخ اس سلطنت اور اس دور کے نام سے ریکارڈ کی گئی۔ کنفیوشس کے مکتب فکر کے مفکرین نے مزید تخصیص کی کہ تاریخ کو صحیح انداز میں لکھنے کے لیے انسانی معاملات میں اخلاقی عنصر کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ قدیم زمانے سے چینی تاریخ کو زیادہ تر شاہی دربار سے وابستہ عالموں نے لکھا۔ درحقیقت ہر شاہی خاندان میں تاریخ کا ایک دفتر تھا۔ عہدہ دار روزنامچہ نویسی کو اپنی دفتری تربیت کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔ اس طرح معیاری تاریخیں اور سرکاری تالیفات مرتب ہوئیں۔ دفتری تالیفات کے ذریعہ کسی مخصوص شاہی خاندان کے تاریخ وار واقعات کو منضبط کیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع سے سوانح عمریاں بھی مرتب کی جاتی تھیں۔ بہرحال ابتدائی چینی مورخوں کے خیالات چین کے اعلا طبقے کی ضرورتوں، روایتوں اور اس کے عالمی تصور سے تشکیل پاتے تھے۔ کنفیوشس کے مضبوط ضابطہ اخلاق نے اس طرز فکر پر اپنا گہرا اثر مرتب کیا۔ پرانے دانش کدوں میں جہاں اس قسم کی تاریخیں لکھی جارہی تھیں وہ انیسویں صدی کے وسط میں مغربی علمی اثرات کی وجہ سے اپنی اہمیت کھونے لگیں۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

1۔ چینیوں کے تاریخ کے تصور کا مرکزی نکتہ کیا تھا؟

1.5 تاریخ کے تعلق سے قدیم ہندوستانی تصوّر

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قدیم ہندوستانیوں نے اپنی تاریخ کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا اور انہیں تاریخ کا احساس نہیں تھا۔ سیکن یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ انہوں نے سیاسی واقعات نہیں لکھے۔ لیکن اپنے ماضی کے چند ایسے پہلوؤں کو قلمبند کیا جنہیں وہ محفوظ رکھنے کے لائق تصور کرتے تھے۔ شجرہ کو محفوظ رکھا جاتا تھا اور ایسی حکایتیں جو مفید خیالات سے معمور ہوتیں اور ان کی روایتوں سے ہم آہنگ ہوتیں تو انہیں ضبط تحریر میں لایا جاتا تھا۔ اس کا اظہار ابتدائی کتابی مواد سے ہوتا ہے جس کو اتہاس کہا جاتا تھا یعنی پرانوں کی روایت ۔ ان کتابوں کے مصنفین برہمن تھے۔ سیاسی تفصیلات جیسے سلطنتوں کے نام، ان کی حکومت کے ایام کی تعداد وغیرہ ایک وسیع تر منصوبے سے جڑے ہوتے تھے جس کے ذریعہ سے کائنات کے ارتقا کو اجاگر کرنا مقصود تھا۔ انہوں نے وقت کا تعین چار زمانوں (یگوں) میں کیا۔ جس میں ہر آنے والے دور کے اخلاقی اور معاشرتی اداروں کا انحطاط نمایاں ہوگیا تھا۔ گو تمام پرانوں اور رزمیوں کو ایک مخصوص وقت میں تحریر نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن مسلسل نئے مواد کو اس میں شامل کیا جاتا رہا۔ اس مواد کا تاریخی پھلاؤ بہت وسیع ہے۔ پرانوں کی روایت میں تاریخ کے باقاعدہ اور سلسلہ وار تصور کی عدم موجودگی کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ان کی تحریریں وقت کے برہمنی تصور پر بنی تھیں یہ تصور وقت کے گردش کرنے والے نظریہ کے اطراف گھومتا تھا۔ جہاں چیزیں ایک لکیر کے مانند آگے نہیں بڑھتی تھیں اور کسی مقررہ واقعہ پر مختصر عروج کو نہیں پہنچتی تھیں۔ اس عالمی تصور کے لحاظ سے، سیاسی تغیرات واضح طور پر سماج کی عام فکر اور اس کے اخلاق اقدار میں کوئی فرق نہیں پیدا کرتے تھے۔

اس کے برعکس بدھ مت کے عالم خانقاہی نظام کے تاریخ وار واقعات محفوظ رکھتے تھے۔ دیپاومسا اور مہاومسا جیسے واقعات کی دستاویزوں کو دربار کی سرپرستی میں زیادہ تر منظوم شکل میں لکھا گیا۔ چھٹی صدی عیسوی کے بعد درباری وقائع اور تاریخی سوانح بھی ہندو راجاؤں کے لیے تحریر کیے جانے لگے۔ ان تحریروں میں ہندوستانیوں نے تاریخی شعور کا اظہار کیا۔ تاہم صرف بارہویں صدی عیسوی ہی میں ایک ابتدائی تاریخی تحریر وقائع کی شکل میں کشمیر کے بادشاہوں کی سوانح کے بارے میں دست یاب ہوتی ہے۔

1.6 مسلم تاریخ نگاری کا اثر

مسلمانوں کی فتوحات کے بعد شمالی ہندوستان میں ایک ترقی یافتہ تاریخ نگاری کی روایت کو روشناس کیا گیا۔ بارھویں صدی سے لے کر

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU
IMC LIBRARY
* Hyderabad-34.

چھ صدیوں تک مسلم تاریخ نگاری نے برصغیر میں اپنا سکہ جمائے رکھا۔ ہندوستان کی مسلم تاریخ نگاری اسلامی تاریخ نگاری سے بے حد متاثر رہی جس کو مغربی ایشیا اور ایران میں فروغ ہوا۔ اسلامی روایت وقت کے تصور کی سیدھی لکیر کی اساس پر مبنی تھی جس نے پیغمبر حضرت محمدؐ کو تاریخی عمل کی تکمیل اور بام عروج تک پہنچتے دیکھا۔ یہ عمل زمان میں دنیا کے آغاز کے ساتھ شروع ہو گیا تھا۔ یہ تاریخی نظیر اسلامی تہذیب کے ارتقا میں بہت اہمیت رکھتی تھی۔ تاریخ کا یہ شعور بالخصوص پیغمبر اسلام کی سچائی، اعمال صالحہ کی اہمیت اور ان کی زندگی سے متعلق واقعات کی مستقل طور پر دوبارہ توثیق اور جانچ کا تقاضہ کرتا تھا۔ اس لیے بہت سی تاریخیں جو لکھی گئیں وہ ہجرت کے دور کے ایام کے مطابق سلطنتوں کی جانشینی کے اصولوں پر مبنی تھیں۔ مسلم مورخوں نے سوانح عمریاں اور سیاسی تاریخ بھی لکھی لیکن یہ بنیادی طور پر سیاست دانوں اور حکمرانوں کے نظم و نسق اور ان کی فوجی مہمات تک محدود تھیں۔ ہندوستان میں ضیاالدین برنی اور ابوالفضل نامور مورخین تھے۔ ان کی تصانیف کو برصغیر میں فروغ پانے والی تاریخ نگاری کی روایتوں کا ایک لازمی حصہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے مروجہ طریقوں کو بہتر بنایا۔ قرون وسطی میں ہندوستانی لوگ تاریخ کا یہی تصور رکھتے تھے۔

1.7 تاریخ کے تعلق سے قدیم یونانی، رومی اور عیسائی تصورات

مغرب اور یورپ کی جانب آگے بڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ قدیم یونانیوں نے پہلی دفعہ تاریخ کو تسلیم کیا۔ سماج اور اس کی قدروں کو بھی قبول کیا۔ درحقیقت یونانی زبان میں تاریخ کے معنی دریافت یا تحقیق کے ہیں۔ قدیم یونانی تاریخ نگاری میں مخصوص حقائق کو قلم بند کرنے پر زور دیا گیا۔ قدیم یونانیوں کے اس ٹھوس عملی رویہ نے ان کی تحریروں کو مستند بنا دیا۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے مورخ ہیروڈوٹس کو (Herodotus) بابائے تاریخ" سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس نے اس مضمون کو ایک دانش ورانہ طاقت عطا کی۔ اس روایت کو باقاعدگی کے ساتھ دوسرے یونانی مورخوں نے آگے بڑھایا۔ ان میں تھوسی ڈائیڈس (Thucydides) اپنی صاف ستھری تصانیف کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتا ہے۔ رومیوں نے یونانی تاریخ نگاری کی روایتوں کو مزید آگے بڑھایا۔ تاہم انہوں نے اپنے ادبی اصولوں کو کام میں لاتے ہوئے رومی تاریخ لکھنے کے لیے لاطینی کا استعمال شروع کیا۔ شاہی گھرانے کے کارناموں پر زور دینے کا رجحان جاری رہا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس خیال کو تقویت دی کہ وہ مجموعی طور پر اعلی طبقہ کے کارناموں کو دوام بخشنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیوی (Livy) پلنی (Pliny) ٹیاسی ٹس (Tacitus) وغیرہ نامور رومی مورخین تھے۔ ابتدائی عیسائی مورخین نے یونان اور روم کی روایت کو چیلنج کیا۔ انہوں نے تاریخ کے تصور میں ایک نئے پہلو کا اضافہ کیا کہ وہ ایک الوہی منصوبے کی تکمیل کرتی ہے۔ تاریخ اور سچائی پر زور دینے کے خیال کو ایک ایسا اسٹیج تصور کیا گیا جس پر نیکی اور بدی کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ انہوں نے تاریخ کے ارتقا کو ایک سیدھی لکیر کا عمل سمجھا جو روز جزا (قیامت) پر تکمیل کو پہنچے گا۔

1.8 سولھویں صدی سے بیسویں صدی تک تاریخ نویسی کی نشوونما

قرون وسطی میں وقائع کی شکل میں تاریخ نگاری کا کام زیادہ تر خانقاہی ادیبوں کے ہاتھ میں رہا۔ عہد وسطی کے یورپ میں خانقاہوں نے علم و آگہی کو زندہ رکھا۔ ان مورخوں نے تاریخ وار واقعات مفصل تفصیلات کے ساتھ قلم بند کیے۔ صرف چند خانقاہی مصنفین نے نہ صرف وقوع پذیر واقعات کو پیش کیا بلکہ ان کے اسباب و علل پر بھی روشنی ڈالی۔ نشاۃ ثانیہ کے آغاز کے ساتھ تاریخ نگاری زیادہ تنقیدی اور جامع ہو گئی۔

تاریخ کو اب بھی ادب کا ایک شعبہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن مورخین زیادہ معروضی ہوگئے۔ وہ سماج اور ریاست کے وسیع تر سروکار میں دلچسپی لینے لگے۔ سترہویں صدی میں تمام تصانیف بنیادی طور پر کلیسا اور سیاسی تاریخ سے متعلق رہیں۔ اس دور میں قدیم زمانوں کے رسوم ورواج اور آثار قدیمہ کا بھی مطالعہ کیا گیا۔

اٹھارہویں صدی اور روشن خیالی کے عہد کی آمد کے بعد تاریخ نگاری بہت زیادہ تنقیدی ہوگئی۔ خصوصی طور پر روشن خیالی کے عہد کے مورخین نے مروجہ اداروں پر تنقید کی اور قدیم سماجی اور مذہبی رسومات کا تجزیہ شروع کیا۔

انہوں نے ماضی کو سمجھنے کے لیے عقلیت پسندانہ نقطہ نظر کو بروئے کار لانے کی کوشش کی۔ اگرچہ تحقیق کے دائرہ کو وسیع کردیا گیا لیکن تاریخ نگاری کا منہج اور صحت و درستگی کا معیار بہتر نہیں ہوسکا۔ فرانسیسی انقلاب کے ساتھ نئے خیالات اور عصری سیاست کے مسائل کو پیش کرنے کے لیے مورخین نے نئی سمتوں کی طرف اپنا رخ پھیر دیا۔

انیسویں صدی ہی میں تاریخی حقائق کی توجیہہ کے لیے نئے طریقے سامنے آئے۔ اس سے اصلی تحقیق کی طرف رہنمائی ہوئی اور مورخین کئی مکاتیب فکر میں بٹ گئے۔ ایک رومانی مکتب فکر ظہور پذیر ہوا۔ جس کا خاص سروکار انقلاب اور عہد وسطی کی تاریخ سے تھا۔ بعض دوسرے مورخوں نے بین الاقوامی تعلقات اور سماج کی ہیت پر زور دیا۔ درحقیقت فرانسیسی انقلاب نے خود ایک وسیع ادب کی تخلیق کی۔ جسے مختلف زاویوں سے دیکھا جانے لگا۔ کئی جدید مورخین رانکی (Ranke) کے تاریخی تجزیہ کے طریقہ سے متاثر ہوئے۔ لیو پولڈون رانکے (Lepold Von Ranke) ایک جرمن مورخ تھا جس نے بے تعصبی کے ساتھ اصل دستاویزوں کا تنقیدی جائزہ لے کر تاریخ کا معروضی مطالعہ کیا۔ بعض گوشوں سے اس کے طریقہ کار پر تنقید کی گئی لیکن مجموعی طور پر تاریخ نگاری پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوا۔

عمومی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انیسوی صدی کے رجحانات بیسویں صدی تک باقی رہے۔ فرانسیسی انقلاب ایک اہم واقعہ تھا جس کی نئی نئی تشریحات اور تعبیروں کا سلسلہ جاری رہا۔ انقلاب کی معاشی ہئیت اور طبقاتی کردار کا تجزیہ کرنے اور صرف ان اسباب کا جائزہ لینے کے بجائے حقیقی واقعات کے مطالعہ کا آغاز ہوا۔ بیسوی صدی میں سیاسی اور معاشی تاریخ پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ مارکسی مورخین تاریخی مسائل کی مادی اصطلاحوں میں تشریح کرنے لگے۔ درحقیقت بیسویں صدی کی تاریخ نگاری میں سب سے عظیم تبدیلی ساری دنیا میں مارکسی اور غیر مارکسی تاریخ نگاری کی تقسیم سے رونما ہوئی۔ تمام اقسام کے مورخین کی موجودہ دلچسپی ماضی کے تنقیدی جائزہ میں مضمر ہے کہ واقعات کس طرح پیش آئے اور ان کی کیا تعبیر دی جائے۔ اس تمام عرصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح تاریخ نگاری کے تصور میں وسعت پیدا ہوئی اور کس طرح تحقیق میں تخصیصی مہارت ظہور پذیر ہوئی۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

2 سولھویں صدی سے بیسویں صدی تک کس طرح تاریخ نگاری کو فروغ حاصل ہوا؟

1.9 تاریخ کے حدود

تاریخ کیا ہے؟ اس کی تفہیم کا دائرہ نہایت وسیع ہے اس کا خاکہ اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ ماقبل جدید سماجوں نے تاریخی نشوونما کو ان کے اپنے کائناتی تصورات کے دائرے میں رکھ کر دیکھا جس میں وہ تاریخ کو محض ماضی کے واقعات کا سیدھا سادہ بیان سمجھتے تھے یا ماضی میں وقوع پذیر ہوئے واقعات کا تاریخ وار اندراج خیال کرتے تھے۔ مغرب کی دانش ورانہ روایت کے مطابق اٹھارہویں صدی تک مختلف قسم کی تاریخ نگاری کے نمونے فروغ پائے۔ بہت سے مورخین نے بیانیہ طرز کو وضاحت کا عام وسیلہ بنایا اور یہی جدید یورپی اور امریکی تاریخ نگاروں کی وراثت بن گئی۔ آج تاریخ اپنے طریقوں اور معیارات کے مطابق انسانی سرگرمیوں کا مجموعی طور پر جائزہ لینا چاہتی ہے۔ ماضی کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے رونما ہونے والے واقعات کی حقیقی سمت کا مطالعہ اور تاریخی غور و فکر کا عمل تاریخ کے دائرہ کار کا ایک لازمی حصہ خیال کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تاریخ صرف ماضی کے واقعات کا نام نہیں ہے جیسا کہ وہ پیش آئے بلکہ تاریخ میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آدمی ان واقعات کی کس طرح توضیح کرتا ہے۔ آکسفرڈ انگلش ڈکشنری میں لفظ تاریخ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

"ایک تحریری بیان جو تاریخی تسلسل میں اہم اور عام واقعات کی خاص طور پر ان واقعات کی جو ایک خاص ملک، عوام یا فرد سے متعلق ہوں مسلسل باضابطہ دستاویز ہوتا ہے۔"

جدید دور میں تاریخ کی تعریف کے تعلق سے یہ بحث کی جا رہی ہے کہ آیا حقائق کو جمع کرنے پر زور دینا چاہیے یا ان کی ترجمانی کو زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے۔ ہم ان تصورات کے چند پہلوؤں پر نگاہ ڈالیں گے کیوں کہ بہت سی جدید تعریفیں اور خود تاریخ کے مضمون کی تفہیم دراصل ان سوالوں کا نتیجہ ہے جو تاریخ کے فلسفہ اور تاریخی طریقہ کار کی خصوصیت کے تعلق سے اٹھائے گئے تھے۔ یہ سوالات پچھلی دو صدیوں سے فلسفیوں اور مورخوں کے ذہنوں پر چھائے ہوئے ہیں۔

1.10 تاریخ کا فلسفہ

تاریخ کا فلسفہ درحقیقت تاریخ کے مفہوم، وسعت اور ان بنیادی قوانین سے بحث کرتا ہے جو تاریخی تبدیلیوں وغیرہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ سوالات معمولی پیشہ ور مورخوں سے تعلق نہیں رکھتے جو اپنے محدود تجرباتی تحقیق میں مشغول رہتے ہیں بلکہ ان دانشوروں اور فلسفیوں سے تعلق رکھتے ہیں جو مجموعی طور پر تاریخ کے دھارے پر نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ اس تاریخی عمل پر بھی نگاہ رکھتے ہیں جو عقل کو مطمئن کرتا ہے۔ 1784ء میں ہیڈر (Header) کی کتاب "انسانیت کی فلسفیانہ تاریخ کے لیے تجاویز" (Ideas for a philosophical History of Mankind) شائع ہوئی تو تحقیق کی اس مخصوص نوعیت کو ایک علاحدہ مضمون کی حیثیت سے

تسلیم کرلیا گیا۔اس میدان میں ہیگل کی کتاب ''تاریخ کا فلسفہ'' نہایت مشہور اور اہم تصنیف ہے۔ موجودہ سیاق میں ہم تاریخ کے نظری فلسفہ کی تفصیلات میں نہیں جاسکتے۔ لیکن تاریخ کی مختلف نظریات پر توجہ مرکوز کریں گے جو اس جدید دور میں اس مضمون کی نوعیت کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1.11 تاریخ میں طریقہ کار

سترہویں صدی سے فرانسیس بیکن (Francis Bacon) ڈیس کارٹس (Descartes) اور دوسروں کی تحریروں کے ذریعہ حقیقی علم کا سائنس کے طریقوں سے موازنہ کیا جاتا رہا۔ اٹھارہویں صدی میں تاریخ کے طریقہ کار کی خصوصیت کے بارے میں سوالات اٹھائے جاتے رہے۔ اس وقت تاریخ کا علم کے ایک شعبہ کی حیثیت سے طبعی سائنس سے تقابل کرنے کی کوشش کی گئی۔ طبعی سائنس کو حقیقی علم کی شکل تصور کیا جاتا تھا۔ انیسویں صدی میں تاریخ کے مطالعہ پر سائنس کے طریقوں کا اطلاق ایک رواج بن گیا تھا۔ مورخوں نے تحقیق کے ان طریقوں کو استعمال کرنا شروع کیا جو قدرتی سائنس میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے طبعیات اور کیمیا کو تاریخ کے لیے نمونے کے طور پر اپنانا شروع کیا۔ تاریخ اور سائنس کے رشتہ پر بحث ختم نہ ہونے والی ہے۔ یہ بحث بنیادی طور پر دو مفروضات پر مبنی ہے۔

الف) تاریخ وہ ہے جو انفرادی طور پر ماضی میں وقوع پذیر ہوا

ب) تاریخ ایک سائنس ہے اور اس کے حقائق کی اساس پر عالم گیر قوانین تشکیل دیے جاسکتے ہیں۔

انیسویں صدی کے مورخین ان دو مفروضات کے تعلق سے مختلف خیالات رکھتے تھے اور اسی کے نتیجہ میں فکر کے دو مکاتیب وجود میں آئے۔

1- عینیت پسند

2- ثبوتیت پسند مکتب فکر

1.12 تاریخ کے نظریات۔ عینیت پسند مکتب فکر

انیسویں صدی کے اختتام پر عینیت پسند مکتب فکر کا آغاز ہوا۔ فلسفی مورخین جیسے بنی ڈیٹو کروس (Benedetto Croce) اور ول ہیلم ڈیلتھی (Wilhelm Dilthey) نے پہلی مرتبہ اس خیال کو پیش کیا کہ تاریخ کو ایک شعبہ علم کی حیثیت سے تحقیق کے اپنے طریقوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ مورخ کے مقاصد ایک سائنس داں کے مقاصد سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں مورخوں کو عالمی قوانین یا نظریات کے انکشافات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے بلکہ انھیں ماضی میں کیا ہوا اور کیوں ہوا سے واسطہ رکھنا چاہیے تاریخی واقعات بطور خود مخصوص، منفرد اور ناقابل اعادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح، تاریخ کو ایک مخصوص قسم کی سائنس سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ٹھوس سائنس ہے۔ جو عام معلومات میں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ وہ انفرادی سچائیوں میں باقی رہتی ہے۔ برطانوی فلسفی مورخ آر۔ جی کالنگ ووڈ نے مندرجہ بالا خیالات کا اظہار کیا اور زور دیا کہ مورخ کا سب سے زیادہ اہم کام اپنے ذہن میں تاریخی عوامل سے متعلق مباحث پر دوبارہ غور کرنا اور اس بارے میں قوانین وضع کرنا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے اسے اپنے تخیل سے کام لینا چاہیے کچھ ایسا جس کا

نانی طبعی علوم کے طریقہ میں موجود نہ ہو۔ یہ تخیلی دوبارہ زندہ رہنے والا عینیت پسند مکتب فکر میں تاریخی فکر کے بارے میں مرکزی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

1.13 تاریخ کا ثبوتیت پسند تصور

انیسویں صدی کے ثبوتیت پسند مکتب فکر نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی کہ تاریخ علم کی ایک خود مختار شاخ ہے۔ درحقیقت ان کا بنیادی مقصد یہ بتانا تھا کہ علم کی تمام شاخیں ایک ہی قسم کے سائنسی طریقہ پر منحصر رہتی ہیں۔ یعنی مشاہدہ، خیالی عکاسی اور جانچ۔ تاہم ثبوتیت پسند مکتب فکر میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ آگسٹ کومٹے (Auguste Comte) اور اس کے ماننے والوں کو قدیم وضع کی مثبت طرز فکر رکھنے والے سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ انھوں نے وکالت کی تھی کہ تاریخ ایک سائنس نہیں تھی اسے سائنس کے درجہ تک لے جایا جاسکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ اگر مورخین انفرادی حقائق کے بجائے ان اصولوں پر نگاہ رکھیں جن کی وہ ترجمانی کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انھیں تاریخ کے اسباق (یا) قوانین کو تشکیل دینا چاہیے۔ کارل پواپر (Karl Popper) اور ثبوتیت فکر سے ہمدردی رکھنے والوں نے تاریخ کے تعلق سے مختلف رویہ اپنایا۔ ان کا خیال ہے کہ تاریخ سائنس سے کم کچھ بھی ہونا چاہیے۔ بہرحال مورخین کو حقائق کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تاریخ کا عملی سرگرمیوں جیسے انجینیرنگ سے تقابل کیا جاتا ہے۔ ہر مخصوص زیر غور نمونے پر معلومات کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ثبوتیت پسند طرز فکر کے مورخین کا خاص استدلال یہ تھا کہ تمام علم سائنٹفک ہے لیکن علم کے شعبوں میں تاریخ کو طبیعات کی سطح پر نہیں رکھا جاسکتا۔

1.14 تاریخی وضاحت کی خصوصیت

یہ بحث کہ آیا تاریخی فکر اپنی منفرد منطق رکھتی تھی آیا اس کا سائنٹفک مرتبہ تھا۔ اس سے تاریخ میں تاریخی وضاحت کے کردار پر بحث شروع ہوگئی۔ تاریخی وضاحت کی خصوصیت ایک بڑے سوال کے اطراف گھومتی ہے۔ وہ یہ کہ آیا مورخین عمومیت یا تاریخی وضاحت کے نظریات کو جن کا عام قوانین پر اطلاق ہوتا ہے ترک کرسکتے ہیں۔ بہت سی سائنٹفک وضاحتیں حقائق کی ترجمانی کرنے کے لیے عام قانون کی صداقت کو استعمال کرتی ہیں۔ تاریخی تحقیق کے بعض مراحل پر تعمیم کی بعض اقسام مفید ہوتی ہیں۔ بالخصوص تحقیق کا وہ پہلو جو صرف ماضی کے واقعات کو سادگی کے ساتھ بیان نہیں کرتا بلکہ استدلال پیش کرتا ہے کہ آخر یہ واقعات کیوں رونما ہوئے۔ بلاشبہ یہ یادرکھنا چاہیے کہ سادگی کے ساتھ واقعات بیان کرنے کے بجائے تاریخی واقعات کو ثابت کرنا چاہیے۔

فلسفیوں کا خیال ہے کہ وضاحت صرف ایک قسم کی ہونی چاہیے۔ وہ قسم جو سائنٹفک فکر میں استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن تاریخ میں پیش آنے والے ادوار میں انسانی برتاؤ کا عمومی طور پر جائزہ نہیں لیاجاسکتا اور انسانی پس منظر میں اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ تاریخی واقعات طبیعی سائنس کی طرح ایک دوسرے سے مربوط نہیں ہوتے۔ تاہم مختلف تاریخی واقعات ایک واحد عمل کو تشکیل دیتے ہیں۔ اور مورخین یہ دیکھنے، سمجھنے اور اس عمل کے ایک حصہ کی حیثیت سے ایک خاص واقعہ کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کی ترجمانی تاریخی فکر کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔ اس لیے عام طور پر مورخین کے اپنائے ہوئے طریقے سائنس دانوں کے طریقوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ کیوں کہ مورخین کا بنیادی مقصد عام قوانین وضع کرنے کے بجائے خاص حالات پر روشنی ڈالنا ہوتا ہے۔

1.15 تاریخ میں معروضیت اور موضوعاتی پہلو

اگر تاریخ کو ایک خصوصی شعبہ علم تصور کیا جائے جو اپنے موضوع سے ایک خاص قسم کا رشتہ رکھتی ہے تو تاریخی معروضیت کا سوال اہم بن جاتا ہے۔ کروس اور کالنگ ووڈ کے عینیت پسندانہ نظریات نے صاف طور پر واضح کر دیا تھا کہ مورخ کے موجودہ خیالات ماضی کو دوبارہ جنم دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں تاریخی بیان میں لازمی طور پر مصنف کی انفرادی دلچسپی اور اس کی شخصیت کا رنگ شامل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دوسری صورتوں میں بھی خالص معروضی تاریخی بیان لکھا نہیں جا سکتا۔ غیر جانب دار تاریخ جو ایک مثالی چیز ہے۔ عملی طور پر ناممکنات میں سے ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قدرتی طور پر تاریخ انتخابی ہوتی ہے۔ مورخ اپنے زیر مطالعہ موضوع کے بارے میں سب کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ دوسرا یہ کہ تاریخی فیصلے مختلف قسم کے مفروضات اور قیاس آرائی پر مبنی ہوتے ہیں جو نزاعی ہوتے ہیں۔ ہر مورخ کا مزاج الگ ہوتا ہے۔ ایک مورخ جو ایک دور سے وابستہ ہوتا ہے اور اس کے لیے کوئی بات اہم ہوتی ہے لیکن یہی بات دوسرے مورخ کے لیے اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی کیوں کہ اس کا دور اور پس منظر علاحدہ ہوتا ہے۔ آخر کار یہ بات اہم ہے کہ مذہبی عقیدے، سیاسی خیالات، اخلاقی اور سماجی تصورات شعوری اور غیر شعوری طور پر مورخ کے حقائق پیش کرنے کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ درحقیقت ہر مورخ کو تاریخ اور پروپگنڈہ میں امتیاز پیدا کرنے کی شعوری کوشش کرنی چاہیے۔

مندرجہ بالا اسباب کی وجہ سے یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ مورخ کی تحریر پر خاص قسم کی موضوعیت کا اثر پڑتا ہے۔ حالیہ عرصے میں مورخین جے۔ ای۔ ایچ۔ کار نے اس خیال پر تنقید کی ہے۔ پھر بھی مورخوں کے درمیان عدم۔ اتفاق نہ صرف عام بات ہے بلکہ وہ اس پر سختی سے کاربند بھی رہتے ہیں۔ یہ بات اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب ہم کسی ایک دور کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس کو مختلف مکاتیب فکر کے مورخین جیسے آزاد خیال عقلیت پسند، مارکسی یا قوم پرستوں نے لکھا ہو۔ ان کی مختلف وضاحتیں ان کے اپنے ایقان پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس بنیاد پر وہ تاریخ کے تعلق سے اپنے حریف کے خیالات کو غیر درست قرار دیتے ہیں۔ بعض دانشور بحث کریں گے کہ ایک فن کار کی طرح مورخین مختلف انداز سے ماضی کی تصویر کی عکاسی کرتے ہیں۔ اور ہر مورخ مختلف نقطہ نظر کو پیش کرتا ہے۔ مورخ کی شخصیت کا اظہار، اس کی تاریخی فکر کو سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے ممتاز مورخ کار اعلان کرتا ہے کہ "تاریخ مورخ اور اس کے حقائق کے درمیان رابطہ کا ایک مسلسل عمل ہے۔ حال اور ماضی کے درمیان نہ ختم ہونے والا مکالمہ ہے"۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سائنسی نقطہ نظر سے معروضیت تاریخ میں ناقابل حصول ہے۔ تاریخ ایک سائنٹفک مرتبہ حاصل نہیں کر سکی۔ کیونکہ آج مورخین تاریخ کی ترجمانی کے عالمی طور پر قبول کیے جانے والے اصولوں کو تشکیل دینے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ تاریخ کے فلسفہ کا سوال آج تک جواب مانگ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تاریخ نگاری کا طریقہ مستقبل میں تاریخی مطالعہ کی نشوونما سے قریبی طور پر جڑا ہوا ہے۔ اگلی اکائی میں اس پہلو کا جائزہ لیں گے۔ اور یہ دیکھیں گے کہ کس طرح تاریخ کا دوسرے سماجی علوم پر اثر مرتب ہوا ہے۔

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ تاریخ کی تبدیل ہوتی ہوئی تعریفیں یہ واضح کرتی ہیں کہ ہر سماج خواہ وہ ماقبل جدید ہو (یا) جدید، ماضی کے تعلق سے خود اپنے احساس کو فروغ دیتا ہے۔ ایسا فلسفیانہ اور سائنٹفک روایتوں کے ارتقا کے دائرہ میں ہوا ہے۔ اس مفہوم میں "تاریخ کیا ہے" کے سوال کا جواب ہرگز عالمی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں تاریخ کی ان تعریفوں سے مطمئن ہونا چاہیے جو وقت، حالات اور مقام کے اعتبار سے کی گئی ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

3۔ کیا تاریخ میں معروضیت (Objectivity) حاصل کی جاسکتی ہے ؟

____

____

____

1.16 خلاصہ

اس اکائی میں

1 تاریخ کے مفہوم اور وسعت کی وضاحت کی گئی ہے۔

2 تاریخ کے تعلق سے مختلف نظریات اور تصورات کو پیش کیا گیا ہے۔

3 سولھویں اور بیسویں صدی کے درمیان تاریخ نگاری میں نشو و نما پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

1.17 اپنی معلومات کی جانچ: نمونہ جوابات

1۔ چینیوں کا تاریخ کے تعلق سے مرکزی خیال یہ تھا کہ ابتداء میں ایک مثالی ریاست سے حالات بگڑتے چلے گئے۔ اور وقت کے ساتھ ان میں ابتری پیدا ہوگئی۔

2۔ سولھویں صدی میں تاریخ نگاری بہت زیادہ تنقیدی اور جامع انداز کی ہوگئی۔ اٹھارھویں صدی میں مورخین نے زیادہ تعقل پسندانہ نقطہ نظر ماضی کو سمجھنے کے لیے اپنایا۔ انیسویں صدی میں جرمنی کے مورخ رانکے (Ranke) نے خاص طور پر اصلی دستاویزوں کو استعمال کر کے تاریخ کو ایک معروضی مطالعہ بنانے کی کوشش کی۔ بیسویں صدی میں کارل مارکس کے اثر کی وجہ سے تاریخی مسائل کی مادی اور معاشی اصطلاحوں میں ترجمانی کی جانے لگی۔

3۔ سائنسی نقطہ نظر سے تاریخ میں معروضیت ناممکن بات ہے۔ تاریخ نگاری میں ہمیشہ موضوعاتی عنصر کارفرمارہتا ہے۔ تاہم ممکنہ حد تک تاریخ کو معروضی بنانے کے لیے کوشش کی جانی چاہیے۔

1.18 نمونہ امتحانی سوالات

I۔ مندرجہ ذیل کے ہر سوال کا جواب تیس (30) سطروں میں دیجیے۔

۔ہندوستان میں عہد قدیم اور عہد وسطی میں تاریخ نگاری کا فروغ کس طرح ہوا؟

2۔ یورپ میں قدیم، وسطی اور جدید ادوار میں تاریخ نگاری میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ مختصر طور پر جواب دیجیے ۔

3۔ ان مکاتیب فکر کے اہم خدوخال کیا تھے جنھوں نے تاریخ کے فلسفہ کا پرچار کیا۔

II ۔ ہر سوال کا جواب پندرہ (15) سطروں میں دیجیے ۔

1۔ قبائلی سماجوں کا ان کے ماضی کے تعلق سے کیا نقطہ نظر تھا؟

2۔ چینیوں نے تاریخ لکھنے کے لیے کون سے طریقے اور تصورات اپنائے

3۔ آج تاریخ کی وسعت کیا ہے ۔ جائزہ لیجیے ۔

4۔ تاریخی وضاحت کی خصوصیت بیان کیجیے ۔

5- کس حد تک تاریخ معروضی ہے اور موضوعاتی پہلو لیے ہوئے ہے ؟

1.19۔ سفارش کردہ کتابیں

1.	Carr, E.H.	: What is History
2.	Collingwood, R.G.	: Idea of History
3.	Gardiner, P. (Ed)	: Theories of History
4.	Karl Popper	: Poverty of Historicism
5.	Walsh, W.H.	: Philosophy of History
6.		: Encyclopaedia of Social Sciences
7.		: Encyclopaedia Britannica

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE LIBRARY • MANUU • HYDERABAD
Acc. No. BA-00__
Date 03.08.2015
INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE • MANUU • Hyderabad-32
IMC LIBRARY

اکائی 2 تاریخ کی اہمیت اور دوسرے سماجی علوم سے اس کا تعلق

ساخت

2.0 مقاصد
2.1 تمہید
2.2 سماجی علوم۔طریقہ کار۔طبعیات' حیاتیات اور ارضیات کا اثر
2.3 سماجی علوم میں سلسلہ مدارج
2.4 تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت
2.5 تاریخ اور دوسرے سماجی علوم
2.6 سائنٹفک تاریخ
2.7 روایتی تاریخ
2.8 سماجی علوم میں مختلف طریقوں کا استعمال
2.9 تاریخ پر دوسرے سماجی علوم کا اثر
2.10 سماجی تاریخ پر عمرانیات، علم الانسان (انسانیات) اور نفسیات کا اثر
2.11 معاشی تاریخ پر مختلف اثرات
2.12 میکس ویبر اور کارل مارکس کا اثر
2.13 بین شعبہ جاتی رویہ کو اپنانے کی ضرورت
2.14 خلاصہ
2.15 اپنی معلومات کی جانچ: نمونہ جوابات
2.16 نمونہ امتحانی سوالات
2.17 سفارش کردہ کتابیں

2.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- تاریخ اور دوسرے سماجی علوم کے تعلق کو سمجھ سکیں گے۔

اکائی 2 تاریخ کی اہمیت اور دوسرے سماجی علوم سے اس کا تعلق

ساخت

2.0 مقاصد

2.1 تمہید

2.2 سماجی علوم۔ طریقہ کار۔ طبعیات' حیاتیات اور ارضیات کا اثر

2.3 سماجی علوم میں سلسلہ مدارج

2.4 تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت

2.5 تاریخ اور دوسرے سماجی علوم

2.6 سائنٹفک تاریخ

2.7 روایتی تاریخ

2.8 سماجی علوم میں مختلف طریقوں کا استعمال

2.9 تاریخ پر دوسرے سماجی علوم کا اثر

2.10 سماجی تاریخ پر عمرانیات، علم الانسان (انسانیات) اور نفسیات کا اثر

2.11 معاشی تاریخ پر مختلف اثرات

2.12 میکس ویبر اور کارل مارکس کا اثر

2.13 بین شعبہ جاتی رویہ کو اپنانے کی ضرورت

2.14 خلاصہ

2.15 اپنی معلومات کی جانچ: نمونہ جوابات

2.16 نمونہ امتحانی سوالات

2.17 سفارش کردہ کتابیں

2.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- تاریخ اور دوسرے سماجی علوم کے تعلق کو سمجھ سکیں گے۔

2.1 تمہید

اس اکائی میں تاریخ کے سائنٹفک مطالعہ کے تصور کو متعارف کیاگیاہے ۔اس میں تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ تاریخ کا دوسرے علوم سے کیا رشتہ ہے ۔اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔

2.2 سماجی علوم کے طریقے ،طبعیات ،حیاتیات اور ارضیات کا اثر

انیسویں صدی میں سماجی علوم اور تاریخ کے تصور کی تشکیل کی گئی ۔ بنیادی مقصد اس طریقہ کار کو استعمال کرنا تھا ۔ جس کے ذریعہ سے سائنس نے قدرتی دنیا کا مطالعہ کیا تھا ۔ اور ایسے طریقہ کو انسانی معاملات کے مطالعہ کے لیے استعمال کرنا مقصود تھا ۔ اس خیال کی وضاحت کے لیے ہم سائنس اور سماجی علوم کی تعریف کریں گے ۔ سماجی علوم کی انسیکلوپیڈیا میں سائنس کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے "عام طور پر اس کا اطلاق علم کے کسی شعبہ یا علم کی ایک باقاعدہ شاخ خاص طور پر ان مضامین پر جن کے اصول عالمی طور پر قبول کیے گئے ہوں یا کمال کے درجہ تک پہونچ چکے ہوں کیا جاتا ہے مثال کے طور پر طبعی علوم ۔ "سماجی علوم کی ثقافتی اور ذہنی سائنس کی حیثیت سے تعریف کی گئی ہے جو ایک گروہ کے رکن کی حیثیت سے فرد کی سرگرمیوں سے بحث کرتے ہیں ۔ معاشیات ، سیاسیات ، تاریخ ، نفسیات ، عمرانیات اور انسانیات کو سائنس سمجھا گیا ۔ لیکن وہ طبعی علوم کی طرح جچے تلے نہیں ہیں ۔ طبعی علوم بالکل درست ہوتے ہیں ۔ کیوں کہ وہ ان اشیاء کو برتتے ہیں جن کی ٹھیک طور پر پیمائش کی جاسکتی ہے ۔ سماجی علوم انسانوں کے برتاؤ کا احاطہ کرتے ہیں ۔ انسان ٹھوس مادہ کے برعکس آزادانہ قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں ۔ یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ تمام لوگ یکساں حالات میں یکساں سلوک کریں گے ۔ تاہم ، سائنس کی ایک عام تعریف یہ ہے کہ وہ عملی امور کے لیے نظری اساس فراہم کرتی ہے ۔ یہاں سماجی علوم بھی اپنی تکنیک کو فروغ دے سکتے ہیں ۔ ہر سائنس کا مقصد علم میں اضافہ کرنا ہوتا ہے ۔ لیکن صرف حقائق کو جمع کرنا سائنس نہیں کہلاسکتا ۔ بلکہ سائنٹفک طریقہ کار سے یہ طے کیاجاتاہے کہ آیا قابل مشاہدہ حقیقت سائنس کے لیے ممکنہ حقیقت ہوسکتی ہے یا نہیں ۔ حقائق کو منظم کرنے میں کامیاب ہونا اور ان کو ایسی ترتیب کے ساتھ مرتب کرنا کہ وہ ایک نظام کہلائے اسی وقت ممکن ہے جب طریقہ ایک منظم فکر پر مبنی ہوتا ہے ۔ سماجی علوم کے طریقوں پر ابتداء میں طبعیات کا اثر مرتب ہوا ۔ نیوٹن کے کلیات مروج ہوگئے ۔ قدرتی دنیا کی طرح سماج کو بھی ایک نظام خیال کیاگیا ۔ اس طرز فکر کے نتیجہ میں ہربرٹ اسپنسر (Herbert Spencer) نے 1851ء میں اپنی مشہور کتاب سماجی اعداد و شمار شائع کی ۔

تاہم چارلس ڈارون نے سماجی علوم میں فکر کو انقلاب انگیز کردیا اور حیاتیات کے طریقوں کی تقلید شروع ہوئی ۔ ارضیات کی سائنس میں تحقیق ہوئی تو تاریخ سائنس کے دامن میں آگئی ۔ سائنس میں ارتقا کے نظریہ کے فروغ پانے کی وجہ سے انسانی امور بالخصوص تاریخ میں ترقی کے نئے امکانات پیدا ہوگئے ۔ ماہرین معاشیات نے پہلی دفعہ اپنے مضامین کے سائنسی مرتبہ کی اہمیت کو جتلانے کے لیے ارتقا کے قوانین کا استعمال کیا ۔ آدم اسمتھ نے مارکٹ کے قوانین کو پیش کیا ۔ مالتھس نے آبادی کے نظریہ کو پیش کیا ۔ کارل مارکس نے جدید سماج کی حرکت کے معاشی قوانین وضع کیے ۔

2.3 سماجی علوم میں سلسلۂ مدارج

وقت کے ساتھ مختلف مضامین میں ایک قسم کا سلسلہ مدارج فروغ پایا۔ ان شعبوں کو سماجی علوم سے موسوم کیا گیا۔ ابتداء میں یونانی لوگوں نے چند شعبوں کا باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ ان کے لیے مطالعہ کا سب سے زیادہ اہم پہلو سیاست تھا۔ چونکہ یہ پہلو ریاست کے مطالعہ کے اطراف گھومتا ہے۔ اس لیے ریاست یونانیوں کے لیے سب اعلیٰ خود اختیار والا ادارہ تھا۔ بہر حال سماجی سائنس میں سب سے پہلے سیاسیات کا مطالعہ کیا گیا۔ یونانیوں کے لیے معاشیات کا درجہ کم تھا۔ کیوں کہ معاشیات صرف دولت کے حصول سے تعلق ر ہے۔ تاہم سولھویں صدی کے بعد جدید معاشیات کی ترقی کی وجہ سے معاشیات کو پہلی سماجی سائنس کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ عمر کے اعتبار سے تاریخ کا تیسرا مقام ہے۔ یونانیوں کے لیے تاریخ انسانی علوم کا ایک حصہ تھی۔ لیکن حالیہ عرصہ میں سائنٹفک طریقہ کار کی سختی کے ساتھ عمل آوری کی وجہ سے تاریخ سماجی علوم کے دائرہ میں آگئی۔ انسانیات، عمرانیات نسبتاً نئے سماجی علوم ہیں۔ انسانیات کا علم تاریخ اور ماقبل تاریخ بتدائی انسان کا مطالعہ ہے اس کا عروج طبعی سائنس جیسے ارضیات کے عروج کے بعد ممکن ہوسکا۔ تمام سماجی علوم میں عمرانیات ایک جامع شعبہ ہے۔ مختصراً یہ ایک بہترین سماجی سائنس ہے۔ عمرانیات میں ان رشتوں کی گہرائی کے ساتھ چھان بین کی جاتی ہے جو انسانی ربط ضبط سے متعلق ہیں۔ اس کی جامعیت کی وجہ سے یہ سماجی علوم میں سب سے زیادہ مشکل سماجی علم ہے۔ سماج کے بارے میں وسیع عمومیت کا تصور عمرانی نظریہ کا مرکز ہوتا ہے۔

2.4 تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت

سماجی علوم کے بارے میں اوپر خاکہ کھینچنے کے بعد اب ہم تاریخ کے مسائل بیان کریں گے جو سماجی سائنس داں کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اس سے تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت بھی اجاگر ہوگی۔ یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ تاریخ کے صرف سماجی اور معاشی پہلو ہی سماجی سائنس داں سے تعلق رکھتے ہیں یہ خیال ایک عام احساس کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ تاریخی تحقیق کے یہ حصے حالیہ دور کی پیداوار ہیں۔ اور یہی حصے سماجی سائنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ درحقیقت، سماجی سائنس داں تاریخ مطالعہ کے کسی ایک مخصوص پہلو سے سروکار نہیں رکھتا بلکہ وہ ایک خاص طریقہ کار کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ مورخ جو سماجی سائنس داں کے نعروں اور تکنیکوں سے واقف ہوتا ہے وہ ماہر عمرانیات، انسانیات، سیاسیات، معاشیات وغیرہ کو ثبوت فراہم کرنے کے قابل ہوگا۔ اس سلسلہ میں وہ دوسرے سماجی علوم کے شعبوں کی سائنٹفک روح کو جذب کرسکتا ہے۔ اور انھیں ایک متوازی نمونہ فراہم کرسکتا ہے۔

مورخین اور سماجی سائنس داں بہت سے مشترکہ موضوعات اور مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان کا آخری مقصد سماج کا سائنٹفک مطالعہ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سماجی علوم میں نظریات کی تشکیل تاریخی عوامل سے ہوتی ہے۔ اس بات کو عام طور پر دانشور تسلیم کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سماجی تاریخ کا سوال اور اس کا برتاؤ بہت سے مرحلوں پر سماجی سائنس کی ترقی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

2.5 تاریخ اور دوسرے سماجی علوم

ذیل میں تحقیق کی دو قسمیں دی جا رہی ہیں جو تاریخ اور دوسرے سماجی علوم کے تعلق کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم بن چکی ہیں۔ یہ کہنا غیر ضروری نہیں ہے کہ یہ تمام قسمیں سماج کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

(الف) سب سے زیادہ بنیادی اور اہم نکتہ یہ ہے کہ سماجی علوم کے تمام کام تاریخی اور بیانیہ پہلو رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، سیاسیات، اور معاشیات کی تحقیق میں کسی ادارہ کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن متعلقہ موضوع کے آغاز میں ایک طویل یا مختصر تاریخ بیان کی جا سکتی ہے۔

(ب) اہمیت کے اعتبار سے دوسرے درجے پر سماجی ساخت پر لکھی گئی وہ تاریخ تحریریں ہیں جو سماجی علوم میں سماجی انسانیت کے موضوع سے گہرا رشتہ رکھتی ہیں۔ یہ تحریریں دو قسم کی ہو سکتی ہیں۔ ایک وہ جو مخصوص سماج کے جائزہ سے تعلق رکھتی ہیں یا ایک خاص وقت میں واقع ہونے والی سماجی تبدیلی کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ روایتی مورخین تحقیق کے اس میدان کو سماجی تاریخ سے موسوم کرتے ہیں لیکن جب ایک سماجی سائنس داں تحقیق کو شروع کرتا ہے۔ خواہ وہ مورخ ہو یا ایک سماجی ماہر انسانیات اس کی تحقیق میں اعداد و شمار جمع کیے جاتے ہیں اور سماجی علوم کے طریقوں اور ٹکنیک کے مطابق ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

(ج) تیسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جب تاریخی تحریر ایک مخصوص سماجی سائنس کی تحقیق کے دائرہ میں داخل ہوتی ہے۔ تو ایسی صورت میں مورخ کو اس مخصوص سماجی سائنس کے طریقہ کار کو استعمال کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، معاشی تاریخ کی صورت میں قابلیت کے طریقہ کار اور ریاضیاتی تجزیہ کو استعمال کرنا چاہیے۔ ہم اس نکتہ سے بعد میں اس اکائی میں بحث کریں گے۔

جس سے ہم تاریخ کے روایتی طرز اور سائنٹفک تاریخ میں امتیاز محسوس کرسکتے ہیں۔ وہ اب تک صاف نہیں ہوا ہے یا اسے عالمی طور پر تسلیم نہیں کیاگیا ہے۔ لیکن یہ بات اہم ہے کہ سماجی علوم کا ان مورخین سے بہترین تعلق رہتا ہے جو سائنٹفک تجزیہ کے تصورات اور طریقوں کو شعوری طور پر استعمال کرتے ہیں۔

2.7 روایتی تاریخ

بہت سے روایتی مورخین ان مطلوبہ حالات سے مطابقت پیدا نہیں کرتے جن کے تحت ایک تقابلی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس سے سماج اور ثقافت کو فروغ حاصل ہوا۔ اس کو بہت ہی موثر انداز میں لکھا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس ان کا طریقہ ماضی کے واقعات کو اخذ کرنا ہوتا ہے اور بیان پر زور دیا جاتا ہے۔ ان کے اس قسم کے کام کو جو فلسفیانہ موشگافیوں سے بھرا ہوتا ہے بجا طور پر ایک ادبی کاوش سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ایسی کاوش آرٹ کے زمرہ میں شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ ان کے نقطہ نظر سے انسانی تجربہ منفرد ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق عام قوانین تشکیل نہیں دیے جاسکتے۔ دوسرے لفظوں میں تصورات اور عمومیت کی روشنی میں سماجی تبدیلی کا مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ سماجی سائنس داں کرتے ہیں۔ اسی لیے تاریخ ان کے لیے تاریخ وار بیان ہوتی ہے جو سیاسی کارناموں سے عبارت ہوتی ہے۔ ان کی تحریروں میں سیاسیات کی بالادستی ہوتی ہے۔ روایتی مورخین کے لیے تاریخ تشہیر کا ایک آلہ بن جاتی ہے اور سیاسی دباؤ کا شکار ہوجاتی ہے۔ ایسے مورخوں کا بنیادی مقصد عوام الناس کے لیے تاریخ کو دلچسپ بنانا ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کے نزدیک ایک اخلاقی پیام کے ساتھ ایک معلوماتی داستان بیان کردینا زیادہ اہم بات ہوتی ہے۔ حالانکہ جدید سائنٹفک تکنیکوں کے استعمال سے تاریخ کا شمار سماجی علوم میں ہوتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

1۔ سماجی علوم اور طبعی علوم میں کیا فرق ہے؟

____

____

____

____

2۔ تاریخ اور دوسرے سماجی علوم کا آخری مقصد کیا ہے؟

____

____

3-روایتی اور سائنٹفک تاریخ کے فرق کی وضاحت کیجیے۔

____

____

2.8 سماجی علوم میں مختلف طریقوں کا استعمال

مختلف سماجی علوم میں ان نظریات اور تکنیکوں کی خصوصیات میں اختلاف پایاجاتاہے جنھیں وہ استعمال کرتے ہیں ۔ جیساکہ اوپر مشاہدہ کیا گیا ہے ۔ ایک مسلمہ سماجی سائنس کی تعریف کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس کا اپنا ایک نظریہ اور تکنیک ہو اور وہ اسے فروغ دے۔ لیکن ایک خطرہ یہ ہوتاہے کہ سماجی علوم کے طریقوں میں انحطاط آجائے گا اس لیے کئی برسوں میں سماجی علوم میں کئی طریقے وضع کیے گیے ہیں کام کرنے کے طریقہ میں ایک مخصوص ادارہ (یا) نظریہ پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور اس کے افادی پہلو کے بجائے سماج میں اس کے کام کی نوعیت پر زیادہ زور دیا جاتاہے ۔ اعداد و شمار کے طریقہ میں حقائق پر زور دیا جاتاہے لیکن یہ آبادی کے مطالعہ اور معاشی تاریخ کی تحقیق کی حد تک محدود رہتاہے ۔ تقابلی طریقہ میں غیر متعلقہ مواد سے متعلقہ مواد کو علاحدہ کیاجاتاہے اور ان عناصر کو حاصل کیاجاتاہے جو ایک دوسرے سے عملی طور پر مربوط ہوتے ہیں۔ جینیاتی طریقہ (Genetic Method) میں ان مظاہر کی وضاحت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو سماج کے مطالعہ اور سماجی تبدیلی کے لیے ضروری ہوتے ہیں ۔ میاکس ویبر نے Typological Method کے طریقہ کو استعمال کیا ۔ اس طریقہ کار میں چند اہم خصوصیات پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے ۔ اور انھیں دوسری خصوصیات سے مربوط کیاجاتاہے ۔ سماجی علوم نے انفرادی طور پر بہت سے دوسرے طریقوں کو بھی تشکیل دیا ہے ۔ ہم اس کی تفصیلات میں جانہیں سکتے ۔ وہ تمام طریقے ہمیں ٹھیک طور پر سماجی امور کو سمجھنے کے قابل بناتے ہیں ۔ حالانکہ سماجی علوم میں حقائق پیچیدہ ہوتے ہیں ۔ ہم آگے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کس طرح ان طریقوں کو تاریخ کے مطالعہ سے مربوط کیا جاسکتا ہے ۔

2.9 تاریخ پر دوسرے سماجی علوم کا اثر

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ کس طرح تاریخ مختلف سماجی علوم کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے ۔ اب ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح تاریخ دوسرے سماجی علوم کے اصولوں اور تکنیک سے مستفید ہوتی ہے ۔ مورخ کا مخصوص کام ماضی کا مطالعہ ہوتا ہے ۔ لیکن ماضی کو مجموعی طور پر سمجھنے کے لیے اسے دوسرے شعبوں بالخصوص انسانی علوم اور دوسرے سماجی علوم سے اصولوں کو اخذ کرنا پڑتاہے اجتماعی طور پر ، سماجی سائنس کے شعبہ میں کیاجانے والا کام ماضی کے حالات کی چند خصوصیات کے سماجی تجزیہ پر منحصر ہوتاہے ۔ مثال کے طور پر کارل مارکس کے پیش کردہ تاریخی جدلیت کے نظریہ کو مغربی ہندوستان میں انیسویں صدی میں فروغ پانے والے کپاس کے کارخانوں سے متعلقہ موضوع کو سمجھنے کے لیے استعمال کیاجاسکتاہے ۔ ایسے مطالعہ سے نہ صرف ماضی کے واقعات کو اجاگر کیا جائے گا بلکہ اس کی پرانی تشریحات پر نظرثانی کی جائے گی اور یہ دیکھاجائے گا کہ مادی تبدیلیاں واقع ہونے کی وجہ سے ایسے کارخانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے ۔ اس کے علاوہ ایسا مطالعہ عام سماجی نظریہ کو بھی فروغ دے گا ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عملی تحقیق کی اساس پر جو مطالعہ کیاجائے گا اس سے اس بات کا پتہ چلے گا کہ معاشی تبدیلیاں بعض مخصوص حالات میں کس طرح سماجی طبقات کو متاثر کرتی ہیں ۔ ایسی صورتوں میں ایسا کوئی

بھی سخت اصول نہیں ہے جو مورخ اور سماجی سائنس داں کی کاوش میں امتیاز پیدا کرے۔ مثال کے طور پر اس مشن میں ماہر عمرانیات سماجی ساخت کے پہلوؤں میں دلچسپی رکھ سکتا ہے۔ اس کے لیے اسے خصوصی طور پر تاریخی بحث کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس ماہر معاشیات تاریخی مضامین میں دلچسپی لے گا ٹیکنالوجی وغیرہ سے متعلق اعداد و شمار کو جمع کرے گا۔

2.10 سماجی تاریخ پر عمرانیات، علم الانسان اور نفسیات کا اثر

جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جب مغربی ممالک میں دانشوروں کے لیے ماضی اور حال کے سماج کے سائنٹیفک مطالعہ نے مرکزی اہمیت اختیار کر لی تو علم کے مختلف شعبوں میں تعلق پیدا ہوا۔ یہ سلسلہ پچھلی صدی کے دوران عمرانیات اور علم الانسان (انسانیت) کے لیے مضامین کی نشو و نما کے ساتھ جاری رہا۔ ماہر عمرانیات اور علم الانسان نے ریاست سے زیادہ سماج پر زور دیا اس کی وجہ سے سیاسی تاریخ کی اہمیت گھٹ گئی جو سماجی تاریخ کو سمجھنے کے لیے ایک آلہ کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ درحقیقت اس کے فوراً بعد ساخت کی تاریخ اور سماجی تاریخ میں بہت بڑا فرق ہو گیا۔ ساخت کی تاریخ کو سماجی علوم کا ایک حصہ سمجھا گیا اور سماجی تاریخ کو کسی علاقہ یا عہد کی عام تاریخ کا ایک چھوٹا حصہ قرار دیا گیا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی نصف حصہ میں مورخین عمرانیات کے تصورات کو استعمال کرنے کے لیے رضامند نہیں تھے کیوں کہ انہیں حدشہ تھا کہ خود ان کا اپنا شعبہ صرف حقائق جمع کرنے کی حد تک محدود ہو جائے گا اور یہ کام دوسرے درجہ کا ہوگا۔ اسی طرح اس دور میں ماہر علم الانسان بھی راست تاریخی طریقوں کو استعمال کرنے کے لیے ہچکچانے لگے۔ درحقیقت ریڈکلیف براون (Redeliffe Brown) نے جو ایک ممتاز ماہر علم الانسان تھا بحث کی کہ سماجی انسانیت اور تاریخ کی خصوصیات متضاد ہوتی ہیں تاہم ہم دیکھ چکے ہیں کہ کئی برسوں میں تاریخ، عمرانیات اور انسانیت (علم الانسان) کے مضامین کے درمیان تعلق، ٹکنک اور خیالات کے باہمی تبادلے میں نمایاں ترقی ہوتی ہے۔

تاریخ کے شعبوں جیسے سماجی تاریخ نے عمرانیات انسانیت اور نفسیات سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ عمرانیات اور نفسیات کے نظریہ اور ٹکنیک کو ادب اور فنون لطیفہ کی تاریخ سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سماجی و سیاسی فکر اور سائنس کی تاریخ سے مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ تحقیق کے ان موضوعات کو تجزیہ کی ٹکنیک سے روشن کیا جا سکتا ہے تاکہ ماضی کے لوگوں کے عقیدوں، رویوں، خیالات اور نظریات کو سمجھا جا سکے۔ مذہب اور تعلیم کی تاریخ بھی مذہبی اور تعلیمی نفسیات اور عمرانیات کی ٹکنیک کو استعمال کر سکتی ہے۔ سیاسی عمرانیات میں نظریات اور ٹکنیکوں کو سیاسی اور مواصلاتی نظام کی تاریخ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تاکہ بہتر انداز میں سیاسی رویہ کا مطالعہ کیا جا سکے۔ علمی تاریخ کا شعبہ عمرانیات اور انسانیات کے فراہم کردہ نظریاتی چوکھٹ کا مرہون منت ہے۔

علم الانسان کا بنیادی مقصد عمومی طور پر انسان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ہے اور مخصوص سماجوں کی تاریخ کو دوبارہ مرتب کرنا ہے۔ ماہر علم الانسان نے سماجی اور کلچرل کے تقابلی علم کی تدوین کے لیے تاریخی مواد پر بطور خاص توجہ دی۔ آج مورخین سماج کے عمل، ساخت اور ثقافت سے متعلقہ علم انسانیات کے مطالعہ سے بڑی حد تک مستفید ہو رہے ہیں۔ ثقافتی انسانیات کا شعبہ تاریخ سے بہت قریب ہے کیوں کہ تاریخ ثقافت کے تصور کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہاں ایک خاص وقت میں مخصوص لوگوں کے رویہ اور اقدار کو اجاگر کرنے کے سلسلہ میں دونوں شعبوں کا رویہ مشترک ہے۔

2.11 معاشی تاریخ پر مختلف اثرات

حالیہ عرصہ میں معاشی تاریخ کو فروغ ہوا جو تاریخ کا ایک ذیلی میدان ہے۔ اس میں معاشیات کے طریقوں اور تصورات کو بڑے پیمانہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ سیاسی تاریخ پر بہت زیادہ زور دیا جاتا تھا اس کے نتیجے میں معاشی تاریخ اپنے حدود پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی ان کے لیے معاشی اداروں کی جانب زیادہ توجہ دی گئی اور عام ثقافت کو سمجھنے کے لیے معاشی قوتوں کے رول پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ روایتی مورخ نے خود کو بنیادی طور پر سیاسیات اور ڈپلومیسی کی حد تک محدود کر دیا۔ معاشی تاریخ روایتی تاریخی انداز سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اس میں قابلیت کے سوال کو اٹھایا جاتا ہے اور معاشی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ معاشی ترقی کے نظریہ میں حالیہ تحقیقات کے نتیجہ میں بہت اضافہ ہوا اور اس سے اس شعبے کو بہت مدد حاصل ہوئی۔ تاہم ان طریقوں سے اعداد و شمار کی عدم موجودگی کی وجہ سے بہت سے ماضی کے علاقوں کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔ معاشی تاریخ کے تحت ٹکنالوجی کی تاریخ مطالعہ کا بہت اہم حصہ بن چکی ہے۔ اگرچہ یہ مطالعہ صرف سائنس کی تاریخ کے دائرہ میں کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر محقق سماجی علوم کے بہت سے شعبوں میں راست استعمال کے لیے کئی قسم کے اعداد و شمار فراہم کرتا ہے۔ یہ طریقہ تمام ممکنہ علوم کے ملنے کا ایک بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔

یہ ایک ایسا چوکھٹا فراہم کرتا ہے جس کے اندر رہ کر ہر شعبہ، علم اپنے موضوع کے بارے میں مزید تحقیقی کام انجام دے سکتا ہے۔ عمرانیات اور معاشیات کے نظریہ اور تکنیک کو تاریخ سے ہٹ کر آزادانہ طور پر ترقی ہوئی۔ تاہم بیسویں صدی کے وسط میں سماجی تاریخ کو معاشی تاریخ سے ملا کر دیکھا جانے لگا۔ ابتداء میں تو ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا گیا لیکن بعد میں بین شعبہ جات کے دائرہ میں کی جانے والی کوششوں کی وجہ سے دونوں میں ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ اس رجحان کی غمازی میر بلاکس (Mare Blochs) کی کتاب جاگیرداری سماج سے ہوتی ہے۔ اس کے مطالعہ کا مقصد اور اس کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے دوسرے مفکرین کا مقصد ماضی کا عمومی مطالعہ کرنا تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں عمرانیات، معاشیات، نفسیات اور جغرافیہ سے حاصل کردہ مواد اور اعداد و شمار کو مربوط کرنے کی کوشش کی۔

2.12 میاکس ویبر اور کارل مارکس کا اثر

سماجی علوم کی نشوونما پر دو عظیم مفکرین میاکس ویبر (Max Weber) اور کارل مارکس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ویبر نے "قدر سے آزاد" سماجی سائنس کی تخلیق پر زور دیا۔ اس نے ان مورخین کو للکارا جو تاریخی واقعات کے منفرد اور بے مثال ہونے پر یقین رکھتے تھے۔ اس کے خیال کے مطابق تاریخی واقعات یا ثقافتی مطالعے خصوصی ہوتے ہیں۔ ان کا محقق کے احساس پر انحصار ہوتا ہے۔ جنھیں وہ خاص اور اہم خیال کرتا ہے۔ لیکن جب اہمیت کے سوال کو قبول کرلیاجاتا ہے تو تصورات کو تشکیل دیاجاتا ہے اور متعلقہ ثبوت کو باقاعدگی کے ساتھ مربوط کرکے پیش کیاجاتا ہے۔ جن کا حقیقتاً اس زمانے میں کوئی وجود نہیں تھا۔ ویبر (Weber) نے تقابلی تاریخی ثبوت کی اساس پر "مثالی نمونے" کو پیش کرنے پر زور دیا۔ کارل مارکس نے تاریخی جدلیات کے نظریہ کو تشکیل دیتے ہوئے دو اہم خصوصیات کی جانب نشاندہی کی۔

1) اس نے تاریخ کو ایک جدلیاتی ترقی کی حیثیت سے اخلاقی طور پر پسندیدہ منزل کی جانب رواں دیکھا یعنی حقیقی طور پر ایک آزاد سماج کا قیام وجود میں آئے گا

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU * Hyderabad-34.
IMC LIBRARY

2) کارل مارکس نے استدلال کیا کہ مروجہ سماج کے معاشی حالات تھے جو اس جدلیاتی نشوونما کی وضاحت میں معاون ہوئے۔اس طرح بنیادی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ جب پیداواری ذرائع کا پیداواری رشتوں سے تفاعل ہوا اور وہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے تو طبقاتی تصادم کے لیے راہ ہموار ہوئی اور بالآخر انقلاب رونما ہوا۔کارل مارکس نے نہ صرف تاریخ بلکہ پورے سماج کو سمجھنے کے لیے مادی قوتوں پر زور دیا۔حالیہ عرصہ میں سماجی علوم کی تحقیق پر کارل مارکس کی فکر کا زبردست اثر مرتب ہوا ہے۔

3 بہت سے روایتی مورخوں نے تاریخ کو صرف ماضی کا بیان سمجھا۔ یہ سائنٹفک تاریخ نہیں ہے۔ اب جدید مورخین اس شعبہ علم کے سائنٹفک مطالعہ کے لیے جدید طریقوں سے ماضی کے واقعات کا تجزیہ اور تفہیم کرتے ہیں۔

4 میاکس ویبر نے ماضی کے واقعات کو باقاعدگی اور ارتباط کے ساتھ پیش کرنے کے لیے مورخین کی مدد کی۔ کارل مارکس نے تاریخی جدلیات کا نظریہ تشکیل دیا اور تاریخ کی معاشی تعبیر پر زور دیا۔

2.16 نمونہ امتحانی سوالات

I۔ ذیل کے ہر سوال کا جواب 30 سطروں میں لکھیے

1۔ مختلف سماجی علوم کون سے ہیں۔ اور ان کے مطالعہ کے وسیع مقاصد کیا ہیں؟

2۔ سماجی علوم میں استعمال ہونے والے چند طریقوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ہر ایک کے مقصد کی وضاحت کیجیے؟

3۔ کس طرح تاریخ دوسرے سماجی علوم کی تکنیکوں اور اصولوں سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ وضاحت کیجیے۔

II۔ ذیل کے ہر سوال کا 15 سطروں میں جواب دیجیے

1۔ سائنس اور سماجی علوم میں کیا فرق ہوتا ہے۔ واضح کیجیے۔

2۔ سماجی علوم کے لیے اہمیت رکھنے والی تاریخ کی مختلف سرگرمیاں کون سی ہیں۔ بیان کیجیے۔

3۔ سائنٹفک تاریخ اور روایتی تاریخ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ بیان کیجیے۔

4 سماجی علوم کی نشوونما پر میاکس ویبر اور کارل مارکس کے کیا اثرات مرتب ہوئے

2.17 سفارش کردہ کتابیں

1. Carr, E.H.	What is History ?
2. Walsh, W.H.	Philosophy of History
3. Collingwood, R.G.	Idea of History
4. Karl Popper	Poverty of Historicism
5. Gardiner, P (ed)	Theories of History
6.	Encyclopaedia of Social Sciences
7.	Encyclopaedia Britannica

مصنف: الوکا پراشیر سین

مترجم: ڈاکٹر مسعود جعفری

3 NO. 007

اکائی 4 ہندوستانی تاریخ کے ماخذ

ساخت

4.0 مقاصد

4.1 تمہید

4.2 آثار قدیمہ کے ماخذ

4.2.1 کھدوائیاں اور یادگاریں

4.2.2 سکوں کے ماخذ

4.2.3 کتبوں کے ماخذ

4.3 ادبی ماخذ

4.3.1 مقامی ادب

4.3.2 غیر ملکی ادب

4.4 خلاصہ

4.5 اپنی معلومات کی جانچ : نمونہ جوابات

4.6 نمونہ امتحانی سوالات

4.7 سفارش کردہ کتابیں

4.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کرلینے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

- تاریخ کے ماخذ کا مطلب سمجھ سکیں۔
- ہندوستانی تاریخ میں آثار قدیمہ اور ادبی ماخذ کی اہمیت کے متعلق معلومات فراہم کر سکیں گے

4.1 تمہید

تاریخ نویسی کے لیے استعمال کیا جانے والا مواد تاریخ کا ماخذ کہلاتا ہے ہندوستانی تاریخ لکھنے کے لیے آثار قدیمہ اور ادبی ماخذات کثرت

سے موجود ہیں۔

4.2 آثار قدیمہ کے ماخذ

4.2.1 کھدوائیاں اور یادگاریں

ماہرین آثار قدیمہ کا بنیادی کام اس زمانے کے ابتدائی انسان سے متعلق مواد کی فراہمی ہے جب کہ وہ فن تحریر سے ناواقف تھا ماہرین نے ان افراد کے مستعملہ ہتھیار، ان کی غذائی عادات اور اس ماحول کے مطالعہ کو اہمیت دی جس میں ابتدائی انسان زندگی بسر کرتا تھا۔ یکے بعد دیگرے نمودار ہونے والے قدیم پتھر کے دور درمیانی پتھر کے دور اور جدید پتھر کے دور کی تہذیب ان حالات کی غمازی کرتی ہے جہاں انسان اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کی تکمیل کے لیے مختلف تکنیکوں کو اپناتا تھا۔

مختلف مقامات پر آثار قدیمہ کی کھدوائیوں نے ہندوستان سے متعلق ماقبل تاریخ اور ابتدائی تاریخی مواد کو مہیا کیا۔ ہڑپہ اور موہنجوداڑو (پاکستان) لوتھل (گجرات) اور کالی بنگن (Kalibangan) (راجستھان) میں وقوع پذیر کھدوائیاں ان افراد کی تہذیب سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہیں جو آریائی قوم کی آمد سے قبل موجود تھے۔ آریائی جن کی تہذیب ویدک ادب کی وجہ سے شہرت رکھتی ہے۔ آرکیالوجی کے اعتبار سے بھورا رنگ کیا ہوا مال و اسباب "Painted Greyware" سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو سڑکوں اور عمدگی سے تعمیر کئے ہوئے مکانوں کے شہر کی جگہ لیتے ہیں ان روایتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقے میں یکے بعد دیگرے پارتھائن (Parthain) اور کشن (Kushan) کی حکومت تھی۔ جنوبی ہند میں مختلف وسیع چٹانی علاقے میں چٹانوں کی کھدوائیاں عمل میں آئیں۔ سب سے اہم مقام جہاں قدیم تہذیب کے نشانات ملتے ہیں۔ ریاست کرناٹک کے ضلع چتال درگ (Chitaldurg) کا برہماگری ہے۔ پانڈیچری کے قریب آری کامیڈو (Arikamedu) میں رومن سکے اور ظروف دیکھے گئے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ رومیوں کا تجارتی مرکز تھا۔ کاویری پٹنم وہ دوسرا اہم مقام ہے جہاں کھدوائیوں کے دوران رومن زمانے کے برتن دستیاب ہوئے۔ جس سے رومیوں کے جنوبی ہند سے تجارتی تعلقات کا ثبوت مہیا ہوتا ہے جس کا ذکر سنگم ادب میں موجود ہے۔ بدھ مت کے کئی اہم مقامات کو کھدوائیوں کے ذریعہ منظر عام پر لایا گیا۔ جیسے سانچی، سارناتھ اور نالندہ۔ اس کے علاوہ آندھرا پردیش میں بدھ مت کے کئی مقامات کھدوائیوں کے نتیجے میں روشنی میں آئے جیسے امراوتی اور ناگرجنا کنڈہ۔

کھدوائی کے ذریعہ برآمد ہونے والی یادگاروں کے علاوہ کئی دوسری اشیا بھی بہتر یا شکستہ حالت میں محفوظ ہیں۔ مختلف ادوار اور علاقوں کی فن تعمیر اس عہد اور علاقے میں اس کی تعمیراتی مہارت اور فن مجسمہ سازی میں قدرت کی مظہر ہے۔ ماہرین نے مملکتوں کو بنیاد بنا کر (پلوا فن تعمیر، چالوکیہ فن تعمیر) اور علاقہ جاتی خدوخال کو سامنے رکھ کر (اڑیسہ کا فن تعمیر وغیرہ) مختلف تعمیراتی طرز میں امتیاز کیا ہے۔ مشہور زمانہ اجنتا اور ایلورہ کے غار بدھ مت، جین مت اور ہندو مت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مذہبی مناظر سے ہٹ کر غیر مذہبی مناظر بھی دکھائے گئے ہیں جو اس زمانے کے سماج کی عکاسی کرتے ہیں۔

4.2.2 سکوں کا ماخذ

ہندوستان میں سکے تقریباً چھٹی صدی یا پانچویں صدی قبل مسیح سے جاری کیے گئے۔ جو مبادلہ کا اہم ذریعہ تھے۔ سکے تاریخ کی از سر نو تعمیر میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ ہندوستانی سکوں میں ہند یونانی سکے سیاسی تاریخ کی ترتیب جدید کے لئے کار آمد ہیں۔ اکثر بادشاہوں کے نام ان کے جاری کردہ سکوں کی مدد سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ اور سکوں کے مقام دستیابی سے علاقہ حکمرانی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ کشن حکمرانوں (Kushana) کے سکے ان کے خاندانی مذہبی لگاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے سکے یونانیوں، ایرانیوں ہندووں، برہم مت کے ماننے والوں کے دیوتاؤں کی شبیہ سے مزین ہوتے ہیں۔ جن سے ان کی مذہبی رواداری ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے سکوں کا اوزانی نظام رومیوں کے طلائی سکوں کے برابر تھا۔ جو ان کے رومی حکومت سے تجارتی تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔ رومی طلائی معیاری سکوں کو شاید اسی لیے اختیار کیا گیا ہوگا کہ بیرونی تجارتی معاملات میں ذریعہ زر مبادلہ میں ان ہی سکوں کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ بڑے پیمانے پر سونے کے سکوں کی اجرائی اس عہد کی خوشحالی کی علامت ہے۔

پہلی اور دوسری صدی عیسوی کے رومی شہنشاہوں کے جاری کردہ سکے جنوبی ہند کے مختلف مقامات پر دستیاب ہوئے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جنوبی ہند سے رومی تجارت قائم تھی جس کا تذکرہ بیرونی ادبیات میں ملتا ہے۔ گپت دور کے سکے نہایت اہمیت کے حامل ہیں کہ وہ ان بادشاہوں کی تفریحات اور مشغلوں کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ مثلاً ان سکوں میں شیر اور ببر کو ذبح کرتے اور ہاتھی کو روکنے کی تصویریں دکھائی گئی ہیں۔ ایک سکے میں سمدر گپت کو بربط بجاتے ہوئے دکھایا گیا جو موسیقی سے اس کے شغف کو ظاہر کرتا ہے موسیقی میں اس کی مہارت کی تصدیق الہ آباد کے ستون پر بنائے گئے نقوش سے بھی ہوتی ہے۔ کمارا گپتا اول نے مور کی تصویر والے سکے جاری کئے۔ اس کو کمارا دیوتا یا کارتی کیا (Karti Keya) کے نام پر کمارا کا نام دیا گیا جس کی سواری مور تھا۔ اس لیے اس نے اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے اپنے دور کے سکوں پر اس کی سواری کی تصویر کندہ کروائی۔

مسلمانوں کے جاری کردہ سکے تاریخ کی باز تعمیر میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتے کیوں کہ کثیر تعداد میں فارسی تذکرے موجود ہیں جو سلاطین کے عہد اور دوسری مملکتوں سے متعلق معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ان کے جاری کردہ سکے اس حد تک مفید ہیں کہ یہ متعلقہ سلاطین کے ناموں کو ظاہر کرتے ہیں اور سنہ ہجری میں تاریخ اجرائی کو بتاتے ہیں اور ان مقامات کا پتہ دیتے ہیں جہاں ان کو ڈھالا گیا۔

4.2.3 کتبوں کا ماخذ

علم کتبات پتھر یا تانبہ پر کندہ کردہ نقوش کے مطالعہ کو کہا جاتا ہے۔ اکثر کتبوں کا مقصد مندر یا استوپا کی تعمیر اور واقعات تعمیر کو محفوظ رکھنا یا قدیم مذہبی اداروں کی وسعت یا ان اداروں کو پیش کئے جانے والے زمینی عطیات یا نقد نذرانوں کا اظہار تھا۔ کتبوں سے حاصل ہونے والی تفصیلات عموماً عطیہ دہندہ، وصول کنندہ، تاریخ منظوری امداد، دیہی جاگیر کے عطیات سے متعلق ہوتی ہیں جو مورخین کو سیاسی سماجی اور تہذیبی زندگی کے واقعات کی تدوین نو میں مدد دیتی ہیں۔

ہندوستان میں ابتدائی تحریر وادی سندھ کی تہذیب میں ملتی ہے جو چھوٹے چھوٹے نقوش کی صورت میں وادی سندھ میں دستیاب مہروں پر موجود ہے۔ ان کے رسم خط کو آج تک اطمینان بخش انداز میں نہیں پڑھا جاسکا۔ مختلف ماہرین نے کتبوں کی منقش زبان کے مختلف مطلب بیان کیے ہیں۔ اشوک کے دور حکمرانی سے بامطلب اور مربوط مواد کے حامل باقاعدہ کتبوں کی تنصیب کی شروعات ہوئی اشوک نے ان کتبوں کو سارے ہندوستان کے لیے برہمی زبان میں تیار کروایا۔ جب کہ شمال مغربی علاقوں کے لیے کھروستی (Kharosthi) رسم خط کو اختیار کیا گیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں برہمی رسم خط نے جو شمالی ہند ناگری، علاقہ آندھرا میں تلگو اور علاقہ کرناٹک میں کنڑا رسم الخط کی شکل اختیار کی۔ ساتویں صدی عیسوی کے لگ بھگ جنوبی ہندوستان میں برہمی رسم الخط ٹامل گرنتھا رسم خط میں تبدیل ہوگیا۔

ہوا۔

علم کتبات کی بنیاد پر کئی شاہی خاندانوں کی سیاسی تاریخ کی تدوین عمل میں آئی ۔ مثلاً کالنگا (Kalinga) پر اشوک کی فتح اور اس کے اثرات کئی کتبوں سے عیاں ہیں۔ اشوک کی سلطنت کے حدود اس کے نصب کردہ کتبوں میں درج مختلف مقامات کو بنیاد بنا کر متعین کیے گئے اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر دستیاب کتبات سے بھی مدد لی گئی۔ ستاواہنا کی تاریخ ان کے کتبات کے باعث مرتب ہوئی ۔ حالاں کہ آندھرائی بادشاہوں کی فہرست ان کے دور حکمرانی کے ساتھ پرانوں میں موجود ہے ۔ ناسک میں دستیاب کتبہ سے گوتمی پترا سنکرنی (Gautamiputra Satakarni) کے کارناموں کی تفصیلات سے آگاہی ہوئی جو اس کے ولی عہد کی تخت نشینی کی 19ویں سالگرہ کے موقع پر نصب کیا گیا تھا۔ اس کتبہ میں گوتمی پترا کو کسارٹا (Kshaharata) کا فاتح اور دس صوبوں کا حکمران قرار دیا گیا۔ سمدر گپت کا الہ آباد کا کتبہ ان افراد کی طویل فہرست پیش کرتا ہے جن کو شکست دی گئی اور ان علاقوں کی تفصیل دی گئی ہے جنہیں فتح کیا گیا ۔ یہ کتبہ بادشاہ کی دو شمالی فوجی مہموں اور جنوبی فوجی مہم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ جمہوری قبائل اور سرحدی بادشاہوں نے اس کی سرداری کو تسلیم کرلیا۔ جنوبی ہند کی فوجی مہم کے سلسلہ میں جن علاقوں کا ذکر کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ علاقہ کس طرح چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوا اور ان میں کیسے اتحاد کا فقدان پایا گیا۔

پلاکشن دوم (Pulakesin II) کا ایہول (Aihole) کتبہ دکن کے اہم کتبوں میں سے ایک ہے جس میں نہ صرف بادشاہ کے نسب سے متعلق معلومات درج ہیں بلکہ اسکے کارناموں اور اسکے اسلاف کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ بھی ہے۔ یہ کتبہ بیان کرتا ہیکہ پلاکشن دوم نے اپنے عہد حکومت کے اختتام سے چند برس قبل یعنی 634عیسوی میں کس قدر کامیابیاں حاصل کیں اور نالاؤں (Nalas) کونکن کے موریاؤں (Maurayas of Konkan) کدمباوں (Kadambas) اور پلواوں (Pallava) کو کیسے شکست دی (Lata) لاٹا، مالوہ، گجاروں (Gujaras) پستاپورا (Pistapura) اور آندھرا میں کولیرو (Kolleru) جھیل کے کنارے ہوئی گھمسان کی لڑائیوں میں کیسے فتح حاصل کی۔ اس کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی ہند کے حکمراں ہرش کو پلاکشن نے شکست دی، جس کی توثیق چینی سیاح ہیون سانگ بھی کرتا ہے۔

چولا کے کتبوں میں بادشاہوں کی فہرست موجود ہے جن میں ان کے انفرادی کارنامے درج ہیں۔ بادشاہوں کے ناموں کا تذکرہ راست انداز میں کیا گیا ہے یا اشارۃً ان کے القاب کندہ کئے گئے ہیں ۔ چولا عہد کا ایک دلچسپ کتبہ تری وینڈی پورم (Tiruvendipuram) ہے جو راجہ راج سوم کے عہد میں کندہ کیا گیا بیان کرتا ہے کہ یہ بادشاہ کن مصیبتوں اور تکالیف میں گرفتار تھا اور ہوئی اسالا (Hoyasalas) سے اس نے کس طرح مدد حاصل کی۔

تانبہ کی تختی پر نقاشی کے ذریعہ بنائے گئے کتبات کئی سلطنتوں جیسے قدیم چالوکیہ، راشٹرکٹا (Rashtrakuta) مشرقی چالوکیہ اور وجیہ نگر میں دستیاب ہوئے ۔ ان مملکتوں کے حکمرانوں نے اپنے اپنے متعلقہ خاندان کے بادشاہوں کی طویل فہرست کے علاوہ کچھ حکمرانوں کے انفرادی کارناموں کا تذکرہ بھی ان کتبات میں کیا ہے ۔ جو مورخین کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔

کتبے مختلف مملکتوں کی مختلف ریاستی اکائیوں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور ان عہدہ داروں کے متعلق بھی تفصیلات مہیا کرتے ہیں جو انتظامی نظم و نسق کے ذمہ دار تھے۔ بعض وابستگان کو خطابات سے بھی نوازا گیا تھا جو ان کے عہدہ اور اختیار کو ظاہر کرتے ہیں۔ عہد وسطی کے دکن میں ہمیں ایسے سرداران قوم کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں "پانچ مہاشبدوں" سے سرفراز کیا گیا۔ کسی بھی عہد کی سماجی معاشی زندگی معلوم کرنے کے لیے ہمیں کتبوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ستاواہانا کے کتبے بیان کرتے ہیں کہ افراد کو ذات کے بجائے ان کے پیشے کے اعتبار سے اہمیت دی جاتی تھی۔

۔یہ کتبے ہندوستانی معاشرہ میں بیرونی افراد کے رچ بس جانے کی بھی تصدیق کرتے ہیں ۔ بیرونی حکمرانوں کا ہندوستانی نام اختیار کرنا اور ہندو مت و بدھ مت کو ان کے پیش کردہ نذرانے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کس حد تک ہندوستانی تہذیب و معاشرہ میں جذب ہوگئے تھے ۔اس سلسلے میں مشہور مثال ھیلیوڈرس (Heliodorus) میں موجود بیسن نگر (Besnagar) کا کتبہ ہے جس میں درج ہے کہ یونانی حکمراں انتیالکی داس (Antialkidas) کا سفیر سن گاس (Sungas) کے دربار میں پہنچا اور اس نے واسودیوا در کے سامنے گروڈا (Garuda) ستون ایستادہ کروایا۔

بادشاہوں نے معاشی بہبودی کی خاطر نئے تالاب اور نہریں کھدوائیں یا قدیم تالابوں یا نہروں کو مرمت کرکے بہتر حالت میں باقی رکھا۔ سدرشن (Sudarsana) جھیل کی ایک طویل تاریخ ہے جس کا ذکر ، رودرامان (Rudraman) کے کتبہ جوناگڑھ میں ملتا ہے ۔اس جھیل کی تعمیر دراصل چندرگپت موریا کے عہد میں ہوئی اور اشوک کے دور حکمرانی میں پانی کی ذخیرہ اندوزی کے لیے نہریں بنائی گئیں ۔جب اس جھیل کو سیلاب سے نقصان پہنچا تو مغربی ہند کے ساکاشترپا (Saka Kshatrapa) حکمراں ، رودرامان ، نے اس کی مرمت کی ۔ کاکتیہ (Kakatiya) اور وجیہ نگر کے کتبات سے ظاہر ہے کہ انھوں نے پینے کے پانی اور آبپاشی کے مقاصد کے لیے بڑے تالاب بنوائے ۔ یہی دو مملکتیں بیرونی تجارت کو فروغ دینے کی ذمہ دار بھی ہیں ۔ آندھراپردیش کے موتوپلی (Motupally) مقام پر کاکتیہ عہد کے گنپتی اور سنگما کے نصب کردہ کتبے ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے برامدات اور درآمدات پر محصول وصول کرنا شروع کیا گنپتی (Ganapathi) کے دور کے کتبوں میں درج ہے کہ شاہی احکامات سے قبل ہی علاقائی سرداروں نے بیرونی تجارت کے تحفظ ابھیہ شاسنا (Abhyasasana) کے لیے اقدامات کیے ۔جب اسباب تجارت سے لیس سمندری جہاز ناگہانی حادثے کا شکار ہوجاتا تھا تو تجارتی اشیا کی ضبطی بھی عمل میں لائی جاتی تھی ۔ ان کتبوں میں یہ بھی کندہ ہے کہ ایک جانب بنگال کے پالاس (Palas) اور سورنادوپا (Suvarnadvipa) کے شیلندر سے مراسم تھے اور دوسری طرف چولاؤں اور شیلندروں کے درمیان دوستانہ تعلقات موجود تھے ۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ چولا راجندر اول نے جزیرہ نمائے ملایا میں بحری فتوحات حاصل کیں ۔

کتبات سے زبانوں جیسے تلگو اور کنڑا کے ارتقائی منازل کو معلوم کیا جاسکتا ہے ۔ساتویں صدی عیسوی تا دسویں یا گیارویں صدی عیسوی کے درمیان نصب کردہ کتبوں سے تلگو اور کنڑا زبانوں کی حالت کا پتہ چلتا ہے ۔دسویں یا گیارہویں صدی عیسوی کے بعد کچھ ادبی تصانیف دستیاب ہوئیں جس کے باعث تاریخ نویسی کے لیے علم کتبات پر ہمارا انحصار کم ہوا ۔ سنسکرت میں جاری کردہ کتبات بھی خوبیوں سے خالی نہیں۔ رودرامان کے کتبہ اور جوناگڑھ اور پلاکشن دوم کے ایہول (Aihole) کتبے ادبی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ایہول کتبوں کو ترتیب دینے والا روی کیرتی (Ravikeerti) اپنا تقابل کالیداس اور بھراوی (Bharavi) سے کرتا ہے ۔ اشوک کے فرامین میں اس کے دھرما (Dharma) کے اصولوں کی وضاحت ملتی ہے جو صرف بدھ مت کے اصول نہیں بلکہ ان سے کچھ زیادہ جامعیت رکھتے ہیں جس میں فرد کے ضابطہ اخلاق کی تفصیلات مخصوص زاویہ فکر سے بیان کی گئی تھیں ۔اشوک نے بدھ مت کے اہم مقامات کی زیارت بھی کی ۔اس کے کتبے محض اس ارادے سے تیار کروائے گئے تھے کہ عوام ان کو پڑھیں اور عمل پیرا ہوں ۔ سن گاس اور ستاواہانا نے برہمنی مذہب کی جانب جھکاؤ کے باوجود بدھ مت کی سرپرستی کی ۔

سن گاس کے زمانے کا بیسن نگر (Besanagar) کا کتبہ اور ناگانکا (Naganika) کا ناناگھاٹ کتبہ واسودیوا کی پرستش کی وجوہات بتاتا ہے ۔ چندرگپت کا متھرا میں نصب کردہ ستون مہیشورا (Mahesvaras) کے سائی شومت فرقے کی تاریخ بیان کرتا ہے جو متھرا میں پروان چڑھا اور جس میں گروادت آچاریہ (Uditacharya) اور ان کے پیش رو کا تذکرہ ملتا ہے ۔ ادت آچاریہ کا اپنے بارے

ئں یہ بیان تھا کہ وہ دسویں صدی عیسوی میں کوسیکا (Kausika) کے سب سے بہترین فرد ہیں۔

تنجور، تروپتی اور دوسرے مذہبی مراکز پر موجود منادر میں سینکڑوں کتبات موجود ہیں جو مندر کی تعمیر اور عطیات کی پیشکش کے بارے میں مواد ملتا ہے۔ اپنی ہمہ مقصدی سرگرمیوں کے باعث اس مندر نے جاگیروں، مویشیوں اور نقدی کی شکل میں عطیات وصول کیے۔

کئی زمینات کو دیوتاؤں کی نذر کیا گیا اور کچھ مندر کے خدمت گذار افراد جیسے مذہبی رہنما، رقاص، موسیقار، سازندے اور دوسرے افراد جیسے معمار، نجار، کمہار وغیرہ میں تقسیم کیے گئے۔

کاکتیہ خاندان کی رودرما دیوی کے ملکا پورم کتبے کی اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ اس میں شیومت سے متعلق گولکی مت (Matha Golaki) کی سرگرمیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کتبوں میں نہ صرف اس مت کے سرپرستوں کا شجرہ لکھا ہوا ہے بلکہ ان کے مختلف رفاہی اقدامات جیسے مسافر خانے، دواخانے، شفاخانے، زچگی خانے کے قیام کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

1۔ یادگار عمارتیں تاریخ ہند کو مرتب کرنے میں کس طرح مدد کرتی ہیں۔

____

____

____

____

2 ۔ سکے اور کتبے کس طرح تاریخ ہند مرتب کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

____

____

____

____

____

____

4.3 ادبی ماخذ

ادب بھی تاریخی معلومات کو جمع کرنے کا کارآمد ذریعہ ہے۔ آثار قدیمہ، کتبات اور سکوں کی طرح ادب بھی بادشاہوں کے کارناموں اور ایک عہد کے سیاسی، سماجی، اور مذہبی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU * Hyderabad-34.
IMC LIBRARY
B NO. 007

اندرون ملک تخلیق کردہ ادبی تصانیف ماضی کی تعمیر جدید کیلیے فائدہ مند ہیں۔ ویدک ادب سے لیکر وجیہ نگر کے عہد تک بہت سے تصانیف ایسی ملتی ہیں جو ملک کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تاریخ کی تدوین میں کار آمد ثابت ہوئی ہیں۔ رگ وید اور اسکے بعد ویدک ادب نے قبائلی سرداروں کے نام اور ہندوستان میں آریاؤں کے اختیارات کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ ویدک ادب سے اس زمانے کے سماجی ڈھانچہ، نظم و نسق، معیشت اور مذہب پر بھی نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ مشہور رزمیے، رامائن اور مہابھارت ملک کے آریائی طرز زندگی میں ڈھلنے کے بیان کے علاوہ مثالی بادشاہت، سماجی تعلقات کے نمونے اور مذہب (دھرما) کے تحفظ کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

پرانوں (Puranas) کا مرکزی خیال مذہب ہے جو قدیم ہندوستان کی مختلف مملکتوں کے شجروں کی فراہمی میں بھی مدد دیتا ہے ماہرین نے چندرگپت موریا اور سیلوکس نکاٹر (Seleucus Nikator) کی ہم عصری کو بنیاد بناکر مختلف سلطنتوں کی تاریخ حکمرانی کو متعین کیا۔ حالاں کہ پرانوں، میں وضاحت کی جاچکی ہے کہ سلطنتوں کی شروعات کل یگ (Kalyuga) سے ہوتی ہے جبکہ ماہرین اس فہرست کو پانچویں صدی قبل مسیح سے مصدقہ تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید دوسرے ماخذ سے بھی ہوتی ہے۔ ان میں مختلف سلطنتوں کی جانشینی بادشاہوں کی فہرست اور ان کے عہد حکمرانی کا مفصل بیان ملتا ہے۔ گپت سلطنت کے عروج کے باعث پرانوں کی فراہم کردہ معلومات غیر مستعمل ہوگئیں۔ اس میں شک نہیں کہ پرانوں میں فراہم کردہ اعداد و شمار میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن سیاسی تاریخ کے لیے پرانوں کی افادیت پر کوئی حرف گیری نہیں گئی۔ بدھ مت اور جین مت کے ادیبوں نے "پرانوں" کے پیش کردہ شواہدات کی تصحیح انجام دی

پرانوں، کے ساتھ ہی تاریخ واری جدول یا ایک دوسرے سے تعلقات رکھنے والی سلطنتوں کی دستاویزات کا دور ختم ہوگیا۔ اس کے بعد کی کوئی تصنیف اس قسم کی معلومات فراہم نہیں کرتی جب کہ قابل لحاظ تعداد میں حکمرانوں کی سوانحی تاریخ موجود ہے۔ حالاں کہ اس میں بادشاہ کی شان میں آسماں کو چھوتی ہوئی تعریفیں موجود ہیں لیکن ہم اس سوانح سے تاریخی مواد کو باسانی علاحدہ کرسکتے ہیں۔ سنسکرت زبان پر عبور رکھنے والے بانابھٹا (Banabhatta) کی تصنیف ہرش چرتا (Harshacharita)، بل ہانہ (Bilhana)، کی لکھی ہوئی وکرمانکا دیوا چرتا (Vikramankadeva charita) اور چاند بردائی (Chand Bardai) کی پرتھوی راجہ چرتا کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ علاقائی وقائع بھی موجود ہیں جو علاقے کی تاریخ کو بیان کرتے ہیں جن میں 1150 عیسوی میں کل ہانہ (Kalhana) کی لکھی ہوئی راجہ ترنگنی کا ذکر لازما آئے گا جو کشمیر کی تاریخ سے متعلق ہے۔ مصنف نے دستیاب دستاویزات سے معلومات جمع کیے ہیں ان کا شاہی کتبات سے تقابل کیا گیا ہے۔ تنقیدی جانچ کا یہ طریقہ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ گجرات کی تاریخ بھی کئی دستاویزات کی مدد سے از سر نو مدون کی گئی ہے۔

سیاسی تاریخ کے علاوہ دوسرے موضوعات کو زیر بحث لانے والی تصانیف میں کوٹلیا (Kautilya) کی "ارتھ شاستر" (Arthasastra) کو ممتاز مقام حاصل ہے جو موریا نظم و نسق اور دوسری ریاستوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ بادشاہ کے فرائض، عہدہ داروں کا ضابطہ اخلاق، تجارت، صنعت، لگان، محصول بین ریاستی تعلقات وغیرہ کی تفصیلات اس تصنیف میں ملتی ہیں۔ سمرتیاں جیسے منوسمرتی (Manu Smriti)، یجناولکا سمرتی (Yajnavalkya Smriti) نارادا سمرتی (Narada Smriti) وغیرہ طرز معاشرت یا حکومت اور نظام قانون سے بحث کرتی ہیں۔ وجنانیسورا (Vijnanesvara) کی لکھی متاکشرا (Mitakshara) میں یجناویلکیا سمرتی پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ویجنانیسورا وکرمادتیا ہشتم (1076 تا 1126 عیسوی) کے عہد میں تھا جو کلیانی میں خاندان چالوکیہ کا حکمراں تھا۔ وکرمادتیا ہشتم کے

B NO. 007

جانشین سومیشورا سوم (Someshwara III) نے "ابھی لاشی تیرتھا چنتامنی" لکھی جو مفصل اور جامع تصنف ہے۔ ہیم داری کی تصنیف چترو ورگا چنتامنی (Chaturvargachintamani) مذہبی معاملات کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کے "ورتا کھنڈ" Varta Khanda) اور "دانا کھنڈا" (Dana Khanda) ابواب نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہیم واری، یادوا کے حکمراں مہادیوا (1261 تا 1271 عیسوی) کا وزیر تھا۔ وجیہ نگر سلطنت میں کرشنادیوارائے (1509 تا 1529 عیسوی) کی تلگو تصنیف "آمکتامالیادا" (Amuktamalyada) کافی اہم ہے جو اس عہد کے مذہبی اور سیاسی حالات کو پیش کرتی ہے۔

4.3.2 غیر ملکی ادب

اپنے بے لاگ اور غیر متعصب کردار کے باعث بیرونی ادب تاریخ کی تعمیر نو میں کارآمد ثابت ہوا ہے۔ ان مصنفین کو کچھ دشواریوں کا سامنا ضرور کرنا پڑا کیونکہ وہ ان افراد کی زبان اور رسومات سے ناواقف تھے جن کے بارے میں وہ لکھ رہے تھے۔

سکندر کی ہندوستان پر فتح سے متعلق ہمارے پاس وافر معلومات ہیں۔ اس کے علاوہ چندرگپت موریا کے دربار میں سلیوکس نکیٹر کے سفیر میگا ستھنیز کا موریا نظم و نسق اور دارالخلافہ پاٹلی پتر سے متعلق مفصل بیان نہایت فائدہ مند ہے۔ اس کے پیش کردہ مواد کو بعد کے مصنفین جیسے جسٹن (Justin) سٹرابو (strabo)، آرین (Arrian) نے بطور حوالہ استعمال کیا۔ ہندوستان کی روم سے تجارت کی تفصیلات کے لیے ہمیں پہلی صدی عیسوی کے نامعلوم مصنف کی کتاب "پیری پلس ایرتھرین سی" (Periplus of the Erythraean Sea) پر انحصار کرنا پڑتا ہے جس میں ان ملاحوں کے بحری سفر کا تذکرہ ہے جنہوں نے بحراحمر (Red Sea) کے علاقے سے اپنے سفر کا آغاز کیا اور ہندوستان کی مختلف بندرگاہوں تک پہنچے۔ اس کتاب میں فراہم کردہ معلومات جیسے مختلف علاقوں کے بادشاہ، مخصوص مقامات کی برآمدات اور درآمدات بندرگاہوں کے نام بازاروں کی کیفیت نے ہندوستان میں روی تجارتی سرگرمیوں کا ازسرنو جائزہ لینے میں مدد دی۔ اس کے علاوہ ان تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے جو ہندوستان کے مشرقی بندرگاہوں نے جنوب مشرقی ایشیاء سے قائم کیے تھے دوسری صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی پٹالمی (Ptolemy) کی جغرافیہ میں مذکور مختلف ہندوستانی مقامات اور ان کی سیاسی و تجارتی اہمیت "Periplus" میں بیان کردہ تفصیلات کی تصدیق کرتے ہیں۔

یونانی رومی ماخذ کے بعد ہم یہاں چینی مصنفین کی تالیفات کا تذکرہ کریں گے۔ فاہیان، ہیون سانگ اور Itsing نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اور بدھ مت کے اہم مقامات کی سیاحت کے بعد اپنے سفرناموں کو مرتب کیا جو آج مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ فاہیان (پانچویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا تھا جبکہ ہیون سانگ اور Itsing ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان پہنچے۔ ان کے ہندوستان کے سفر کی وجہ بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت تھی ضمناً انہوں نے بعض سیکولر معاملات کا تذکرہ کیا ہے جن کو انہوں نے ضبط تحریر کیا۔ فاہیان نے گپت فرماں روا چندر گپت دوم کے معاصرین کے نام قلمبند نہیں کیے جبکہ ہیون سانگ نے اپنے شاہی میزبان شہنشاہ ہرش اور اس کے دوسرے ہم عصر حکمرانوں سے متعلق معلومات فراہم کیں ان کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بدھ مت کی کیا حالت تھی۔

اب ہم مسلم تصانیف کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو ان حالات پر روشنی ڈالتی ہیں جو ہندوستان میں ترک افغانی سلطنتوں کے قیام کا سبب بنے سلطنت دہلی کی تاریخ کو نئے انداز سے لکھنے کے لیے اس زمانے یا اس کے بعد تحریر کردہ مواد سے مدد ملتی ہے۔ غزنی کے محمود کا ایک حلقہ بگوش، البیرونی تھا جس نے ہندوستان کے بارے میں لکھا۔ البیرونی نے سنسکرت زبان سیکھی تاکہ ملک کی قدیم تہذیب کو سمجھ سکے جو سنسکرت

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE IMC LIBRARY Hyderabad

تصانیف میں سموئی ہوئی ہے ۔

تیرھویں صدی عیسوی کے وسط میں منہاج الدین نے "طبقات ناصری" لکھی جو دہلی کی سلطنت کی تزئین نو میں مددگار بنی ۔ جس میں محمد غوری کی ہندوستان پر فتح اور ہندوستان میں ترکی بادشاہت کی بنیاد اور 1260عیسوی تک کی تاریخ کا تذکرہ ملتا ہے ۔ علاء الدین خلجی کی فرمانروائی کے زمانے میں امیر خسرو نے "خزائن الفتوح" لکھی جس میں بادشاہ کی مختلف فتوحات کا ذکر ہے ۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی لکھی جو بلبن کی سلطنت کے زمانے سے فیروز شاہ کی تخت نشینی کے بعد چھ برسوں کی تاریخ پر مشتمل ہے ۔ اس کے بعد کی تصانیف میں ، فرشتہ کی " گلشن ابراہیمی " اور سید علی کی " برہان معاصر " شامل ہیں جس کی بدولت گلبرگہ کی بہمنی حکومت اس کے بعد بیجاپور کے خاندان عادل شاہی اور احمد نگر کے نظام شاہی کی جدید تاریخ لکھی گئی ۔ اس کے علاوہ ان تصانیف سے ان مذکورہ خاندانوں اور ان کے ہم عصر وجیہ نگر کے بادشاہوں کے درمیان قائم رشتہ پر روشنی پڑتی ہے ۔

دور وسطیٰ کی تاریخ رقم کرنے کے لئے اطالوی اور پرتگیز مصنفین کی لکھی ہوئی قابل لحاظ تعداد میں موجود کتابوں سے رجوع کیاجاتا ہے ۔ اطالوی سیاح مارکوپولو نے آندھرا اور جنوبی ہند کا دورہ کیا ۔ جس نے یہاں کی اہم بندرگاہوں اور ان کی تجارتی سرگرمیوں سے متعلق نوٹ لکھا ۔ اس کی کتاب میں آندھرا کے ہیرے اور پارچہ بافی کی صنعت اور پانڈیا حکومت کے موتیوں کا تذکرہ پایاجاتا ہے ۔ اطالوی سیاح نکولو دی کونٹی (Nicolo De conti) ایرانی سفیر عبدالرزاق اور پرتگیزی سیاحوں بائی پیز (Paes) اور نونیز (Nuniz) نے اپنی سرگذشت میں وجیانگر کے اقتدار شاہی کی عظمت کو بیان کیا ۔ یہ تمام تصانیف وجیہ نگر کے دارالحکومت ، محلات ، درباری زندگی ، معاشرہ ، ستی کی مخصوص رسومات اور اس زمانے کے مذہبی تہوار کو مفصل بیان کرتی ہیں ۔

اوپر بیان کردہ ماخذ ہندوستانی تاریخ کی تعمیر نو کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں چونکہ حکومتوں یا سلطنتوں سے متعلق ایک مربوط تاریخ مقصود ہے اس لیے ہمیں نہ صرف سیاسی بلکہ تہذیبی تاریخ کو بھی ان ہی مختلف ماخذوں سے مرتب کرنا پڑتا ہے ۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

3۔ ہندوستانی تاریخ نویسی کے لیے اہم مقامی ادبی ماخذ کیاہیں بیان کیجئے ؟

---

4 ۔ ہندوستان کی تاریخ کے لیے اہم غیرملکی ادبی ماخذ کیاہیں بیان کیجئے ؟

4.4 خلاصہ

ہندوستانی تاریخ نویسی کئی ماخذ کی مرہون منت ہے جس میں آثارقدیمہ ، یادگاریں ، سکے ، کتبات شامل ہیں اور ادبی ماخذ مقامی اور غیرملکی ادب پر مشتمل ہیں ۔

4.5 اپنی معلومات کی جانچ: نمونہ جوابات

1) یادگاریں اپنے متعلقہ زمانے کی تاریخ بیان کرتی ہیں۔ ملک کی تاریخ لکھنے کے لیے مختلف ادوار کے منادر، بدھ مت کی یادگاریں جیسے استوپا کا فن تعمیر، وجیہ نگر کی یادگاریں، اجنتا کے غاروں کی مصوری، قلعے اور دوسری عمارات ممدومعاون ثابت ہوتی ہیں۔

2) قدیم زمانے میں روم اور ہندوستان کے مابین تجارتی تعلقات کو ملک میں دستیاب رومی سکے بیان کرتے ہیں۔ گپت بادشاہوں سے متعلق گپت دور کے سکے وضاحت کرتے ہیں اور سمدرگپت کے سکے اس کے گن گاتے ہیں ملک کی سیاسی، سماجی اور معاشی تاریخ لکھنے کے لیے کتبات امداد بہم پہنچاتے ہیں۔ الہ آباد کے کتبے سمدرگپت کی فتوحات سے واقف کرواتے ہیں اور ایہول کا کتبہ (Aihole) یہ کہتا ہے کہ پلاکشن دوم نے ہرش کو کیسے شکست دی۔

3) مقامی ادبی ماخذ برائے ہندوستانی تاریخ نویسی کی دو زمروں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ 1) مذہبی 2) غیر مذہبی (سیکولر)، بدھ مت اور جین مت سے متعلق دستاویزات، ویدوں، پرانوں، رامائن اور مہابھارت اہم مذہبی ماخذ ہیں۔ ارتھ شاستر، راجہ ترنگنی، بانا (ہرش چرتا اہم غیر مذہبی ماخذ ہیں۔

4) ابتدائی زمانے کی تاریخ سے واقفیت کے لیے ہمارے پاس یونانی، رومی ادب موجود ہے جس میں میگا ستھنیز کی انڈیکا (Indica) اہمیت رکھتی ہے۔ گپت دور سے متعلق معلومات کے لیے فاہیان کا سفرنامہ موجود ہے۔ ابتدائی عہد وسطی کے لئے البیرونی کا تخلیق کردہ ادب موجود ہے۔ وجیہ نگر کی تاریخ کے لیے اطالوی مارکوپولو، پرتگیزی، نکولو کونٹی اور ایرانی سیاح عبدالرزاق کا سفرنامہ اہم ماخذ ہے۔

4.6 نمونہ امتحانی سوالات

I حسب ذیل کے ہر سوال کا جواب 30 سطروں میں دیجیے

1۔ سکوں کے علم سے کیا مراد ہے؟ قدیم ہندوستانی تاریخ کی دوبارہ ترتیب میں یہ کس طرح کارآمد ثابت ہوسکتا ہے؟

2۔ ہندوستانی تاریخ کی دوبارہ ترتیب میں آثار قدیمہ کے ماخذ کس طرح مدد کرتے ہیں۔

3۔ قدیم اور عہد وسطی کی ہندوستان کی تاریخ کو دوبارہ مرتب کرنے میں مقامی ادبی ماخذ کا کیا رول رہا ہے۔ جائزہ لیجیے۔

4۔ کس حد تک غیر ملکی ادبی ماخذ ہندوستانی تاریخ کا 1526ء تک کے مطالعہ کے لیے ہماری مدد کرتے ہیں۔

II ذیل کے ہر سوال کا جواب 15 سطروں میں دیجیے

1۔ سکوں کے علم سے کیا مراد ہے۔ ہندوستان کی معاشی اور مذہبی تاریخ کے ماخذ کے لیے اسے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

2۔ اشوک کے کتبے کہاں تک اشوک اور موریاؤں کے تعلق سے معلومات فراہم کرتے ہیں۔

3۔ پلاکشن دوم کے ایہول (Aihole) کتبے میں بیان کردہ تاریخی تفصیلات کو بیان کیجیے۔

4۔ ویدوں نے کس قسم کی معلومات فراہم کیں۔ اس کا جائزہ لیجیے۔

5۔ کلہانہ کی تصنیف "راجا ترنگنی" کی تاریخی اہمیت کیا ہے۔ وضاحت کیجیے۔

6۔ "انڈیکا" اور (Periplus of the Erythraean Sea) میں بیان کردہ واقعات پر روشنی ڈالیے۔

7- فاہیان، ہیون سانگ اور میگستھنیز نے کون سی قیمتی تاریخی معلومات فراہم کی ہیں۔ بیان کیجیے۔

8- یورپی سفیروں کی ان تحریروں کا جائزہ لیجیے جن سے 1526ء سے عہد وسطیٰ کی تاریخ کے مطالعے کا موقع ملتا ہے۔

4.7 سفارش کردہ کتابیں

1.	Majumdar R.C. & Pusalkar, A.D. (Eds.)	:	The Vedic Age, Bharatiya Vidya Bhavan Series, Volume I.
2.	Nilkanta Sastri, K.A.	:	A History of South India.
3.	Nilkanta Sastri, K.A.	:	History of India Volume, I
4.	Sathianatha Aiyar, R	:	History of India, Volume I.
5.	Smith, V.A.	:	Oxford History of India

مصنف۔ سی۔ سوما۔ سندر راؤ

مترجم: محمد محبوب احمد